بیاد
حضرت مولانا
مفتی محمودؒ

ہفت روزہ
ترجمان اسلام
لاہور
پاکستان

زیر سرپرستی
حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی
دامت برکاتہم

26
14:13

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

۱۶؍ اور ۲۳؍ جمادی الثانی ۱۴۰۳ھ ♦ ۱؍ اور ۸؍ اپریل ۱۹۸۳ء

''دو'' روزہ کل پاکستان نظام شریعت کنونشن ۸، ۹؍ اپریل کو لاہور میں منعقد ہو رہا ہے تفصیلات اندر کے صفحات پر ملاحظہ فرمائیں

کارکنوں کے نام پیغام

مکرمی جناب

زید لطفکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ برکاتہ

گزارش ہے کہ اس وقت وطن عزیز جن نازک حالات سے گزر رہا ہے وہ آپ کے سامنے ہیں۔ آزادی کے حصول کو ۳۵ برس گزر جانے کے باوجود ابھی تک ملک اپنے قیام کے حقیقی مقصد یعنی اسلامی نظام کے مکمل اور عملی نفاذ سے دور ہے اور اسی نظریاتی عدم استحکام کے باعث بیرونی طاقتوں کی مسلسل سازشوں کے حصار میں ہے ایک طرف مارشل لاء حکومت نے عوام کو ان کے جمہوری و آئینی حقوق سے محروم کر رکھا ہے ۷۳ء کا متفقہ آئین سرد خانے میں ہے، ملک کو ایک نئے آئینی بحران سے دوچار کرنے کی تیاریاں ہو رہی ہیں، معاشی ناہمواری اور آمدنی و اخراجات کے درمیان ہوشربا تفاوت نے غریب عوام کا جینا دوبھر کر دیا ہے، حکومت کے غیر منطقی، مصلحت پسندانہ اور ادھورے اقدامات اسلامی نظام کی ناکامی اور بدنامی کا باعث بن رہے ہیں اور قادیانی جارحیت کی تازہ وارداتیں بالخصوص مولانا محمد اسلم قریشی کا اغواء ملک و قوم کے لیے نئے اور سنگین خطرات و خدشات کی گھنٹی ہیں جبکہ دوسری طرف بعض سیاسی عناصر بحالیٔ جمہوریت کی جدوجہد کی آڑ میں ظالم اور مظلوم کے امتیاز کو مٹانے اور قومی سیاست کے دینی تشخص کو پس منظر میں لے جانے کی کوششوں کے ساتھ ساتھ مسلّمہ اسلامی احکام و روایات کے خلاف شکوک و شبہات کی فضا پیدا کرنے میں مصروف ہیں ان حالات میں اس امر کی شدید ضرورت ہے کہ ۷۷ء کی تاریخ ساز تحریک نظام مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بنیادی مقاصد یعنی اسلام کے عادلانہ نظام کے مؤثر اور عملی نفاذ اور ۷۳ء کے متفقہ آئین کے تحت آزادانہ انتخابات کے ذریعہ نمائندہ حکومت کی تشکیل کے لیے رائے عامہ کو از سر نو منظم کیا جائے اور قومی سیاست کو اس صراط مستقیم پر چلانے کی مخلصانہ جدوجہد کی جائے۔ ۸، ۹ اپریل ۱۹۸۳ء کو لاہور میں اسی مقصد کے لیے دو روزہ کل پاکستان نظام شریعت کنونشن کے انعقاد کا فیصلہ کیا گیا ہے اور آنجناب سے استدعا ہے کہ اس مقصد کی تکمیل کے لیے اپنے دائرہ کار میں ہمارے ساتھ تعاون فرمائیں اور اپنے وسائل اور صلاحیتوں کو اس کنونشن کی کامیابی اور اس کے مقاصد کے حصول کے لیے کام میں لائیں۔ امید ہے کہ آپ کے مزاج بخیر ہوں گے۔

افقر الی اللہ

محمد عبد اللہ درخواستی

امیر نظام العلماء پاکستان

احقر عبید اللہ انور

ناظم عمومی نظام العلماء پاکستان

بقیہ: شہر شہر سے

محمد انور شاہ نے دورہ مدارس سرحد کی رپورٹ پیش کی، اور مدارس کے نظم و ضبط، تعلیمی امور اور مدارس کے بے قاعدگیوں کے بارے میں تفصیل سے بتایا۔

اس کے بعد مولانا سلیم اللہ خان نے یونیورسٹی گرانٹس کمیشن کے ساتھ طے ہونے والے امور اجلاس کے سامنے پیش کیے۔ اور نگران کمیٹی کے لیے مولانا قاضی عبد الکریم صاحب کو وفاق کے نمائندہ مقرر کیا گیا۔ اور سابقہ فیصلے کی توثیق کی گئی کہ وفاق اپنے مدارس میں حکومت کی کسی مداخلت کو برداشت نہیں کرے گا۔ اور ایسی کسی صورت میں بھی وفاق اس ادارہ سے الگ ہو جائے گا۔

وفاق المدارس نے امتحانات کی نظام الاوقات کا بھی اعلان کیا جو درج ذیل ہے۔

نوٹ:
وقت صبح ۷ بجے سے ۱۱ بجے تک ہے
۳۰ رجب ۱۴۰۳ھ السنن للنسائی وابن ماجہ والشمائل للترمذی
یکم شعبان ۱۴۰۳ھ الصحیح لمسلم
۲ شعبان ۱۴۰۳ھ الجامع الترمذی
۳ شعبان ۱۴۰۳ھ الصحیح للبخاری
۴ شعبان ۱۴۰۳ھ السنن لابی داؤد
۵ شعبان ۱۴۰۳ھ المؤطان مع الطحاوی
نوٹ: وقت ۷ بجے سے ۱۰ بجے تک
۳۰ رجب ۱۴۰۳ھ ترجمہ قرآن مجید سورہ یونس تا سورہ قصص
یکم شعبان ۱۴۰۳ھ شرح وقایہ اولین باآخرین بالاختیار
۲ شعبان ۱۴۰۳ھ نور الانوار تا قیاس
۳ شعبان ۱۴۰۳ھ شرح جامی تا مبنیات
۴ شعبان ۱۴۰۳ھ قطبی صرف تصورات
۵ شعبان ۱۴۰۳ھ مقامات ۱۰ مقامے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

موجودہ قومی صورتِ حال اور نظامِ شریعت کنونشن

یہ سطور جس وقت ہمارے قارئین کی نظروں سے گزریں گی ملک بھر کے جماعتی کارکن اور علماء ۸، ۹ اپریل کو لاہور میں ہونے والے کل پاکستان نظام شریعت کنونشن کی تیاریوں میں مصروف ہوں گے۔ اور ایک نئے جوش و ولولہ کے ساتھ خود کو ایک نئی جدوجہد کے لیے آمادہ کر رہے ہوں گے اس نظام شریعت کنونشن کے انعقاد کا فیصلہ اگرچہ عجلت میں کیا گیا ہے اور اس کے لیے خاطر خواہ تیاری بھی نہیں ہو سکی جس کی وجہ سے احباب کنونشن کے انتظامات میں جا بجا جھول اور کوتاہیاں محسوس کریں گے اس کی وجہ وقت کی قلت اور ضروری وسائل کے فقدان کے علاوہ یہ بھی ہے کہ آج ہمیں قائد مرحوم حضرت مولانا مفتی محمود قدس سرہ العزیز اور مجاہد ملت حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی نور اللہ مرقدہ جیسے عظیم المرتبت قائد میسر نہیں جن کے ناخن تدبیر سے مسائل کی پیچیدہ گرہیں کھلتی تھیں اور جن کے حوصلہ اور عزم کے سامنے مسائل اور مشکلات کو زیادہ دیر ٹھہرنے کا یارانہ رہتا تھا۔

تاہم ہمیں یقین ہے کہ کاروان ولی اللّٰہی سے تعلق رکھنے والے جفاکش اور ایثار پیشہ علماء اور کارکن ان انتظامی کوتاہیوں سے اس عظیم مقصد کی خاطر چشم پوشی فرمائیں گے جس کے لیے اس نازک مرحلہ میں کل پاکستان نظام شریعت کنونشن کا انعقاد کیا جا رہا ہے۔

نظام شریعت کنونشن کے انعقاد کا فیصلہ کیوں کیا گیا؟ اس کا پس منظر کیا ہے؟ موجودہ حالات میں اس کی ضرورت و اہمیت کیا ہے؟ قومی سیاست کے موجودہ مرحلہ میں یہ کنونشن کیا کردار ادا کرے گا؟ اور اس کے نتائج و ثمرات کیا ہوں گے؟

یہ وہ سوالات ہیں جو اس وقت نہ صرف جماعتی علماء اور کارکنوں کے ذہنوں میں موجود ہیں بلکہ اخبارات میں کنونشن کی خبریں پڑھنے والے عام سیاسی کارکن اور عوام بھی اپنے ذہنوں میں ان سوالات کی اٹھان محسوس کر رہے ہیں۔

ہفت روزہ ترجمانِ اسلام لاہور پاکستان

بانی: حضرت مولانا مفتی محمود

جلد ۲۶ شمارہ ۱۳/۱۴

جمعۃ المبارک ۱۶ و ۲۳ جمادی الثانی ۱۴۰۳ھ

نگران اعلیٰ: حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ

مدیر اعلیٰ: ابو عمار زاہد الراشدی

مدیر: زاہد بلند شہری

بدل اشتراک

سالانہ : ۸۰ روپے

ششماہی : ۴۰ روپے

سہ ماہی : ۲۰ روپے

قیمت فی پرچہ ۲ روپے

رابطہ کے لیے

ہفت روزہ "ترجمان اسلام" رنگ محل لاہور ۸

یکے از مطبوعات نظام العلماء پاکستان

اس لیے ہم یہ ضروری سمجھتے ہیں کہ ان سوالات کی روشنی میں موجودہ سیاسی صورت حال اور نظام شریعت کنونشن کی اہمیت اور تقاضوں کا ایک سرسری تجزیہ قارئین کی خدمت میں پیش کر دیا جائے تاکہ کنونشن میں شریک ہونے والے علماء اور کارکن کھلے ذہن اور واضح ذہنی رجحانات کے ساتھ لاہور تشریف لائیں اور کنونشن کی کامیابی اور اس کے مقاصد کے حصول کے لیے اپنا کردار پورے اعتماد اور اطمینان کے ساتھ ادا کریں۔

جہاں تک موجودہ ملکی صورت حال کا تعلق ہے اس پر ایک طائرانہ نظر ڈالنے سے جو صورت سامنے آتی ہے اس کا نقشہ کچھ یوں ترتیب پاتا ہے کہ

۱۔ اسلامی نظام کے نفاذ کی منزل جس کے لیے ملک کا قیام عمل میں آیا تھا اور جس کے لیے ۱۹۷۷ء میں عوام نے بے پناہ قربانیاں دی تھیں ابھی تک وہ منزل عوام کی نگاہوں سے اوجھل ہے بلکہ موجودہ حکومت کے غیر منطقی، نیم دلانہ، مصلحت پسندانہ اور ادھورے اقدامات نے عوام کی مایوسیوں میں اضافہ کیا ہے۔ اور اسلامی نظام کی جدوجہد کو نظریاتی اور عملی دونوں محاذوں پر شدید نقصان پہنچایا ہے۔

۲۔ ۷۳ء کے آئین کے مسلسل تعطل، عوام کے جمہوری و آئینی حقوق کی واپسی میں مسلسل تاخیر، جمہوری عمل کی طویل بندش، اظہار رائے کے ممکنہ ذرائع پر قدغنوں اور انتخابات کے بارے میں ہر روز بدلنے والے وعدوں نے جمہوری عمل کو ناقابل تلافی نقصان پہنچایا ہے۔ جمہوریت کا مستقبل مخدوش اور تاریک ہوتا جا رہا ہے ملک و قوم کی قسمت کے فیصلے اور عوام کی تقدیر کے معاملات عوام کے اعتماد کے ساتھ طے ہونے کی بجائے چند ہاتھوں میں سمٹ چکے ہیں۔ مایوسی بڑھ رہی ہے۔ گھٹن شدید تر ہو رہی ہے اور موہوم خطرات کی گھنٹیاں بجا کر عوام کے ردعمل کی راہ روکنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔

۳۔ ۷۳ء کے آئین سے پیچھا چھڑانے اور ملک کو ایک نئے آئینی بحران سے دوچار کرنے کے منصوبے بن رہے ہیں اور ان منصوبوں کو جن قوتوں کی پشت پناہی حاصل ہے ان میں وہ بالادست قوتیں بھی ہیں جنہیں ۷۳ء کے آئین کی بحالی میں اپنے لیے خطرات نظر آتے ہیں، ان میں وہ قادیانی اُمت بھی ہے جسے ۷۳ء کے آئین سے پیچھا چھڑانے کی صورت میں غیر مسلم اقلیت قرار دینے والا فیصلہ ختم ہوتا دکھائی دیتا ہے ان میں وہ علاقائی سیاسی عناصر بھی شامل ہیں جن کی سیاست علاقائی عصبیتوں کے سہارے چمکتی ہے اور جو ۷۳ء کے آئین میں دی گئی صوبائی خود مختاری پر عدم اعتماد کا اظہار کر کے علاقائی عصبیتوں کے جن کو بوتل سے نکالنے کی تگ و دو میں مصروف ہیں اور ان میں وہ اندرونی و بیرونی قوتیں بھی شامل ہیں جنہیں نہ ملک کی سالمیت سے دلچسپی ہے نہ قومی وحدت سے بلکہ وہ اپنے بیرونی نظریاتی مفادات کے حصول کے لیے ہر وقت کسی بھی حد کو پھلانگنے کے لیے تیار رہتے ہیں۔

۴۔ عوام کی معاشی حالت یہ ہے کہ مہنگائی اور رشوت نے محاورۃً نہیں فی الواقع غریب عوام کی کمر توڑ کر رکھ دی ہے، معاشی ناہمواری اور آمدنی اور اخراجات میں ہوشربا تفاوت نے سفید پوش طبقہ بالخصوص محدود آمدنی والے طبقات کی زندگی اجیرن کر دی ہے اشیاء ضرورت پر غریب عوام کی گرفت کمزور پڑتے پڑتے اب جانکنی کے عالم میں ہے رشوت کی کمیت اور دائرہ دونوں وسعت پذیر ہیں۔ افسروں کی تعداد بڑھ رہی ہے اور مسائل کے انبار میں اس سے کہیں زیادہ اضافہ ہو رہا ہے۔ وزراء کی تنخواہوں، ارکان شوریٰ کی مراعات اور افسر شاہی کے اخراجات کے سوا حکومت کو اور کسی کا کوئی فکر نہیں، قومی مسائل و معاملات پر نوکر شاہی کی گرفت مضبوط تر ہے اور افسر شاہی اپنے اوپر مارشل لاء کی مضبوط چھتری تان کر قومی زندگی کے ہر شعبہ میں من مانیاں کر رہی ہے۔ لیبر پالیسی جس سے محنت کش، مزدور پیشہ اور غریب عوام کو کچھ تھوڑا بہت سہارا ملنے کی ایک موہوم سی توقع ہے ابھی تک تیاریوں کے ابتدائی مراحل نہیں طے کر سکی۔

۵۔ ملک کی سرحدات سے باہر کی صورت حال یہ ہے کہ روس اپنی افواج سمیت ہماری شمال مغربی سرحد پر بنفس نفیس موجود ہے اس کے عزائم کسی سے مخفی نہیں افغانستان کے حریت پسندوں کی جدوجہد آزادی کو کچلنے اور غیور افغان عوام کو آزادی جیسی نعمت عظمیٰ سے محروم کرنے کے لیے وہ جن مراحل سے گزر چکا ہے اور اس وقت جو کچھ کر رہا ہے ان سب کو سامنے رکھتے ہوئے مستقبل کے بارے میں کسی خیر اور بہتری کی پیش گوئی نہیں کی جا سکتی۔

دنیا کی دونوں بڑی قوتیں اسلام دشمنی اور مسلم آزاری کا کھلم کھلا مظاہرہ کر رہی ہیں فلسطین میں امریکہ کی گولی یہودی کے ہاتھوں مسلمان کے سینے میں پیوست ہے اور افغانستان میں روس کی گولی مسلمانوں کے سینے چھلنی کر رہی ہے۔

جنوبی ایشیاء کی سیاست کا رخ بدل رہا ہے اور عالمی بساطِ سیاست کے مہرے تیزی سے حرکت کر رہے ہیں۔ اس بساط پر پاکستان کے کردار کے تعین پر آئندہ علاقائی اور عالمی سیاست کا زیادہ تر انحصار ہے اور خود پاکستانی قوم کے اپنے مستقبل اور وجود تک کا سوال اس سے وابستہ ہے لیکن اس نازک ترین مرحلہ میں سنگین ترین نوعیت کے فیصلے بھی عوام اور رائے عامہ کے مسلمہ لیڈروں کو اعتماد میں لیے بغیر ظہور میں آ رہے ہیں اور چند ذہن پاکستان، جنوبی ایشیا اور عالمی سیاست کے مستقبل کے نقشے کو اپنی ذہنی پرواز یا خدانخواستہ درآمدی خاکوں کے دائرہ میں محصور رکھنے پر مصر ہیں۔

اس مجموعی صورت حال کو ایک قومی سوچ رکھنے والے سیاسی کارکن کے ذہن سے سوچیے اور غور فرمایئے کہ حالات کے اسی ڈگر پر جاری رہنے میں ملک و قوم کے لیے کیسے خطرے پنہاں ہیں۔

اب سوال یہ ہے کہ حالات اس رخ تک آئے کیسے؟ اور وہ کون سے عوامل ہیں جو حالات کو اس مقام پر لے آئے ہیں کہ ہر ذی شعور کا ذہن وسوسوں اور دل لرزشوں کے حصار میں ہے ہمارے نزدیک قیام پاکستان کے بعد ملک میں اسلامی نظام کے نفاذ میں تاخیر ہی دراصل ان تمام مسائل و مشکلات کا باعث اور سبب ہے اگر اسلام کے عادلانہ نظام کو قومی زندگی کے تمام شعبوں میں مؤثر طور پر نافذ کر دیا جاتا اور اس نفاذ و ترویج کی باگ ڈور ایک نظریاتی باشعور اور ہوشمند قیادت کے ہاتھ میں ہوتی تو ملک کو آج ان بحرانوں کا سامنا نہ کرنا پڑتا جن کے نتیجہ میں وطن عزیز پہلے دولخت ہوا اور اب خاکم بدہن اسے لخت لخت ہونے کی راہ پر گامزن کیا جا رہا ہے۔

بدقسمتی سے قیام پاکستان کے بعد قوم کو اب تک نہ تو کوئی مستحکم سیاسی حکومت میسر آئی ہے اور نہ ہی کوئی نظریاتی قیادت ملک کے معاملات پر اپنی گرفت قائم کر سکی ہے اور سیاسی چہروں کی تبدیلی کے باوجود ملک کا نظم و نسق اور پالیسیاں ہنوز اسی کاسے انگریز کے ہاتھ میں ہیں جسے لارڈ میکالے کے بقول تربیت ہی اس انداز سے دی گئی ہے کہ وہ نام کا تو مسلمان ہے لیکن اس کی فکر، سوچ، معاشرت اور تمدن ابھی تک غلامی کے مکروہ دور سے آگے نہیں بڑھ سکا۔

ہمارا انتظامی، عدالتی اور معاشی ڈھانچہ بیرونی حکمرانوں نے نوآبادیاتی مقاصد کی تکمیل کے لیے تشکیل دیا تھا اور آزادی کے بعد ۳۵ برس گزر جانے کے باوجود اس نوآبادیاتی طرز حکومت و انتظام میں کوئی فرق نہیں آیا حکام اور عوام کے درمیان پرپیچ اور پر ڈولوں کی بلند و بالا دیواریں اسی طرح حائل ہیں، کارخانہ دار اور مزدور، افسر اور کلرک اور سرمایہ دار اور محنت کش کے معیار زندگی کے درمیان خوفناک تفاوت دن بدن اضافہ پذیر ہے۔ رشوت اور مہنگائی نے عوام کی سوچنے سمجھنے کی صلاحیتیں سلب کر لی ہیں لیکن افسر شاہی کی تمکنت، جاہ و جلال عیش و عشرت اور رعب و دبدبہ میں کوئی فرق نہیں ہے اور اس ملک کی سب سے منظم سیاسی پارٹی بیوروکریسی کی شکل میں ملک کی پالیسی اور نظم و نسق پر مکمل اور ناقابل شکست اجارہ داری قائم کیے ہوئے ہے۔

اور بیوروکریسی کی ہوشمندی اور پیش بندی کا اس سے اندازہ کر لیجئے کہ اسے جب بھی خطرہ محسوس ہوا اس نے خود کو مارشل لاء کی اوٹ میں کر کے سیاسی عمل کا سامنا کرنے کے لیے فوجی حکمرانوں کو سامنے کر دیا اور ایسے حالات پیدا ہی نہیں ہونے دیئے جس سے ملک میں سیاسی عمل کو استحکام حاصل ہو سکے اور اب بھی بیوروکریسی کی

حکمت عملی یہی ہے کہ سیاسی عناصر اور فوج کو آپس میں ٹکرا دیا جائے تاکہ ایک طرف فوج مستقل طور پر بیوروکریسی کا سہارا لینے پر مجبور ہو جائے اور دوسری طرف سیاسی جدوجہد میں ایسی دراڑیں پڑ جائیں جن سے فائدہ اٹھا کر سیاسی عمل کا رخ اپنی مرضی کے مطابق موڑ سکیں۔

بیوروکریسی کی خوش قسمتی ہے یا منصوبہ بندی کہ اسے ہر دور میں ایسے سیاست دان آسانی سے مل جاتے رہے ہیں جو سیاست دان کم اور بیوروکریسی کے نمائندے زیادہ ہوتے ہیں اور ان کی سعادت مندی اور خدمت گزاری کی معراج یہ ہے کہ سیاسی عمل کو علی اس لمحہ سبوتاژ کر دیا جائے جب کہ اس کی گرفت ملکی معاملات پر قائم ہونے لگے۔ ایوب خاں مرحوم کے آخری دور میں جمہوری مجلس عمل کا تیا پانچہ کرنے اور موجودہ مارشل لاء کے ابتدائی دور میں پاکستان قومی اتحاد کا شیرازہ منتشر کرنے کے عمل کا تجزیہ فرمایئے اور غور کیجئے کہ ایوب خاں سے پارلیمانی جمہوریت اور ایک آدمی ایک ووٹ کا اصول تسلیم کرا لینے کے بعد جمہوری مجلس عمل کو منتشر کرنے کی حماقت نے انتہا پسند قوتوں کو قومی سیاست میں آگے آنے کا موقع فراہم کیا اور اب پاکستان قومی اتحاد کا شیرازہ بکھیرنے کے عمل نے ایک طرف فوجی حکومت کو قوت و استحکام بخشا اور دوسری طرف جمہوری تحریک میں ایسے عناصر کو کلیدی حیثیت سے آگے آنے کا موقع فراہم کر دیا جن کے خلاف خود عوام نے بحالی جمہوریت کی تحریک چلائی اور جو قومی سیاست میں عوامی رجحانات کو قبول کرنے کی بجائے ہمیشہ ایک مخصوص سیاسی بازوکی لابی کا کردار ادا کرنے کو ترجیح دیتے رہے ہیں۔

پاکستان قومی اتحاد کی سیاسی تحلیل کے بعد اس کی جگہ جو نیا اتحاد وجود میں آیا اس نے تو قومی سیاست کی لٹیا ہی ڈبو دی۔

ایم۔آر۔ڈی نے وجود میں آنے کے بعد سے اب تک جو کارنامے سرانجام دیئے۔ ان پر ایک نظر ڈال لیجئے۔

- پیپلز پارٹی جیسی جمہوریت کش اور انارکسسٹ سیاسی قوت کو تحریک بحالی جمہوریت میں شریک کر کے عوام کے ذہنوں میں جمہوری اقدار کے تقدس کو مسخ کر دیا۔
- پیپلز پارٹی کے سیاسی موقف مزاج اور عزائم میں تبدیلی آئے بغیر اسے جمہوریت پرستی کا سرٹیفکیٹ عطا کر کے ۷۷ء کی عظیم الشان تحریک نظام مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور سینکڑوں شہداء کے مقدس خون کی نفی کر دی۔
- اپنے سیاسی ڈیکلریشن میں اسلامی نظام حتیٰ کہ اسلام کے لفظ تک کو شامل نہ کر کے قومی سیاست کو اس دینی تشخص سے الگ کر دیا جس دینی تشخص کو قومی سیاست میں ابھارنے کے لیے علامہ شبیر احمد عثمانیؒ مولانا مفتی محمودؒ۔ مولانا غلام غوث ہزارویؒ اور حضرت مولانا عبدالحق مدظلہ العالی (آف اکوڑہ خٹک) نے اسمبلیوں کے اندر اور علماء حق کے عظیم قافلہ نے ملک کے گلی کوچے میں ایک طویل جنگ لڑی اور اسی طویل جدوجہد کے نتیجہ میں پوری قوم تحریک نظام مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر ۷۷ء میں سڑکوں پر نکل آئی۔
- پیپلز پارٹی جیسے جمہوریت دشمن عناصر کی ایم۔آر۔ڈی میں شمولیت ہی دراصل نظریاتی کارکنوں اور عوام کی ایم آر۔ڈی سے لاتعلقی کا باعث بنی اور اس طرح ایم۔آر۔ڈی نے اپنا بے جان لاشہ درمیان میں کھڑا کر کے اس جمہوریت تحریک کا راستہ بھی روک دیا جو جمہوریت دوست عناصر کے فطری اور نظریاتی تعاون کے ساتھ اس ملک میں پیش رفت کر سکتی تھی۔
- دہشت گردوں اور تخریب کاروں کی وارداتوں بالخصوص طیاروں کے اغوا کے عمل سے ایم۔آر۔ڈی کی قیادت اپنی برأت کا ایسا اظہار نہ کر سکی جس پر اس ملک کے عوام یقین کر سکتے۔
- اور اب تو مسلّمہ دینی احکام کے خلاف ایم۔آر۔ڈی کے لیڈروں کی بیان بازی نے خیر کی رہی سہی توقع پر بھی لکیر کھینچ دی ہے پہلے ایم۔آر۔ڈی کے نو مرکزی لیڈروں نے خواتین کی گواہی کی شرعی حیثیت کے بارے میں قرآن کریم کی صریح نص کے خلاف بیان دیا اور جب کراچی کے علماء نے اس پر گرفت کی تو ان لیڈروں نے رجوع کرنے کی بجائے علماء پر حکومت کا ایجنٹ اور دقیانوسی ہونے کے الزامات کی بوچھاڑ کر دی، اس کے

بعد ایم۔آر۔ڈی کے ایک پالیسی ساز لیڈر جناب غلام مصطفیٰ جتوئی نے عشر کی شرعی حیثیت کو چیلنج فرما دیا پھر ایک اور لیڈر مسٹر عابد زبیری نے مطالبہ کیا کہ دینی مدارس کو بند کر کے ان کے حسابات منجمد کر دیئے جائیں اور جانچ پڑتال کی جائے کہ ان کی پشت پناہی کون سے تخریبی عناصر کر رہے ہیں اور ۲۳ مارچ کو کراچی میں ایم۔آر۔ڈی کے جلسہ میں بھی عابد زبیری صاحب یوں گویا ہوئے کہ میں نے تو تحریک پاکستان کے دوران پاکستان کا مطلب کیا لاالٰہ الا اللہ کا نعرہ کہیں نہیں سنا اور یہ گوہر افشانی بھی فرمائی کہ تحریک پاکستان میں علماء نے کوئی حصہ نہیں لیا۔

- اور اس سارے کھیل میں سب سے دلچسپ کردار ہمارے ان مہربان۔ نیک دل اور سادہ لوح بزرگوں کا رہا ہے جو تحریک میں پیش پیش رہنے کے شوق میں ایم۔آر۔ڈی میں شریک رہنے کے مالہٗ وما علیہ کا تجزیہ کیے بغیر اپنی جماعت کو دو لخت کر کے ایم۔آر۔ڈی کے سٹیجوں کی زینت بنے اور آج بڑے بھولپن کے ساتھ ایم۔آر۔ڈی کے وکیل صفائی کا کردار سرانجام دے رہے ہیں اور اپنے تمام تر دعاوی کے باوجود ایم۔آر۔ڈی کی قیادت کو دینی مسلمات کے خلاف اظہار رائے سے باز نہیں رکھ سکے خواتین کی گواہی کی شرعی حیثیت کا مسئلہ آیا تو ہمارے مخدوم و محترم بزرگوں حضرت مولانا سید حامد میاں مدظلہٗ نے فرمایا کہ یہ ان کی ذاتی رائے ہے۔ ہم ان سے متفق نہیں انہیں اس بیان سے رجوع کرنے پہ آمادہ نہ کر سکے۔ عشر کی شرعی حیثیت کے بارے میں جتوئی صاحب کا بیان آیا تو حضرت مولانا سید حامد میاں مدظلہ العالی صرف یہی فرما سکے کہ ہم نے ان سے کہا ہے کہ دینی معاملات میں ہمارے مشورہ کے بغیر بیان نہ دیا کریں مگر رجوع کا مسئلہ یہاں بھی کھٹائی میں رہا، دینی مدارس کی بندش کے مطالبہ پر حضرت مولانا سید حامد میاں مدظلہ العالی اور ان کے رفقاء خاموش ہیں اور تحریک پاکستان میں علماء کے کردار اور پاکستان کی نظریاتی بنیاد کے بارے میں مسٹر عابد زبیری کے خلاف واقعہ بیان پہ رد عمل بھی وقتی اور رسمی احتجاج سے آگے نہیں بڑھ سکا۔
- اور حالات نے اب تو بالکل واضح کر دیا ہے کہ ایم۔آر۔ڈی کی قیادت اور نظریات و عمل کے بارے میں جن خدشات کا اظہار حضرت مولانا محمد عبد اللہ درخواستی دامت برکاتہم۔ حضرت مولانا عبید اللہ انور دامت برکاتہم اور جمعیۃ علماء اسلام کی مرکزی قیادت نے دو سال قبل کیا تھا وہ درست ثابت ہوئے ہیں اور ایم۔آر۔ڈی تحریک جمہوریت کو نقصان پہنچانے، قومی سیاست کے دینی تشخص کو مجروح کرنے، اسلامی نظام کے مطالبے کو پس پشت ڈالنے، نظریاتی جمہوری قوتوں کو ایک دوسرے سے دور رکھنے اور جمعیۃ علماء اسلام کے ایک حصہ کو کاٹ کر اپنے پلیٹ فارم کو رونق بخشنے کے سوا اب تک کوئی کارنامہ سرانجام نہیں دے سکی۔
- اس سے زیادہ صاف لفظوں میں یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ تحریک نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دو مقاصد (۱) اسلامی نظام کا نفاذ (۲) آزادانہ انتخابات کا انعقاد میں سے اسلامی نظام کے نعرہ پہ مارشل لاء حکومت نے قبضہ کر لیا اور جمہوریت کی بحالی کو ایم۔آر۔ڈی نے اپنا لیبل بنا لیا جبکہ عملاً دونوں مخلص نہیں ہیں حکومت اسلام کا نام لے کر جمہوریت کی راہ روکنے کی کوشش کر رہی ہے اور ایم آر۔ڈی جمہوریت کا نام لے کر اسلامی نظام کے نفاذ کو پس منظر میں لے جانے اور دینی مسلمات کے خلاف شکوک و شبہات کی فضا پیدا کرنے میں مصروف ہے اور جہاں تک عمل کا تعلق ہے نہ حکومت اسلام کے لیے کچھ کر سکی ہے اور نہ ایم۔آر۔ڈی جمہوریت کا کوئی محاذ فتح کر پائی ہے۔

ان حالات میں ضرورت اس امر کی ہے کہ قومی سیاست کا رخ صحیح سمت موڑنے کی کوشش کی جائے اور ہمارے نزدیک قومی سیاست کا صراط مستقیم وہی دو مقاصد ہیں جن کے لیے ۷۷ء میں عوام نے بے پناہ قربانیاں دی تھیں۔ اور سینکڑوں جیالوں نے سینے تان کر گولیاں کھائی تھیں اور وہ ہیں اسلامی نظام کا مکمل نفاذ اور ۷۳ء کے آئین کے تحت آزادانہ انتخابات کے ذریعہ نمائندہ حکومت کی تشکیل ہم سمجھتے ہیں کہ ان میں سے کسی بھی ایک مقصد سے انحراف تحریک نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقاصد کی نفی اور شہداء کے خون سے غداری ہے اور اسی احساس اور تاثر کو اجاگر کرنے کے لیے ۸، ۹ اپریل کو لاہور میں کل پاکستان نظام شریعت کنونشن کے انعقاد کا فیصلہ کیا گیا ہے۔

باقی ص۱۸ پر

زاہد بلند شہری

مجاہد ختم نبوت مولانا محمد اسلم قریشی کا اغواء

پس منظر، اور تقاضے

تعارف

مولانا محمد اسلم قریشی کوئی باضابطہ عالم دین نہیں ہیں ایک صالح اور پرجوش نوجوان ہیں سیالکوٹ کے محلہ چوک امام صاحبؒ کے رہنے والے ہیں امام علی الحق شہیدؒ کے مزار پر ایک عرصہ سے مجاورت کی خدمات سرانجام دینے والے خاندان سے تعلق رکھتے ہیں سیالکوٹ کے مشہور عالم دین مولانا حکیم محمد اسماعیل قاسمی فاضل دیوبند رحمۃ اللہ علیہ سے تعلق کی وجہ سے قادیانی فتنہ اور اس کے مضرات و نقصانات سے آگاہ ہوئے سابق صدر یحییٰ خاں کے دور میں اسلام آباد میں سرکاری ملازم تھے غالباً لفٹ کے الیکٹریشن تھے ان دنوں مرزا غلام احمد قادیانی کے پوتے مرزا منظفر احمد (ایم۔ ایم احمد) حکومت میں اعلےٰ عہدے پر فائز تھے اقتصادی منصوبہ بندی کمیشن کے ڈپٹی چیئرمین تھے اسلم قریشی کے کان میں بھنک پڑی کہ یحییٰ خاں چند دنوں کے لیے بیرون ملک جا رہے ہیں اور ان کی جگہ ایم۔ ایم احمد کو قائم مقام صدر بنایا جا رہا ہے عقیدہ ختم نبوت کے ساتھ جذباتی وابستگی رکھنے والے اس نوجوان کے لیے یہ تصور بھی ناقابل برداشت تھا کہ مرزا غلام احمد قادیانی کا پوتا پاکستان کی صدارت کی کرسی پر ایک لمحہ کے لیے بھی بیٹھے اسی ادھیڑبن میں تھا کہ اچانک ایم ایم احمد آئے اور لفٹ میں سوار ہو کر دوسری منزل میں جانے لگے۔ اسلم قریشی بھی ساتھ سوار ہو گیا اور چاقو کے پے در پے وار کر کے انہیں اس قابل نہ چھوڑا کہ وہ صدارت کی کرسی کے قریب پھٹک سکیں۔ ایم۔ ایم احمد ہسپتال پہنچ گئے۔ اور اسلم قریشی ہتھکڑیوں کا زیور پہنے عدالت کے سامنے ملزم کی حیثیت سے جا پہنچا آج کے وزیر اطلاعات راجہ محمد ظفر الحق اسلم قریشی کے وکیل تھے اسلم قریشی کو بہت دوستوں کی طرف سے کہا گیا کہ وقوعہ کا گواہ کوئی نہیں تم انکار کر دو لیکن غازی علم الدین شہیدؒ کے اس پیروکار نے سچ اور حق کا دامن نہ چھوڑا عدالت نے سزا سنائی گئی اسلم قریشی نے کچھ سزا بھگتی کچھ اپیلوں کی وجہ سے معاف ہو گئی اور اسلم قریشی سرکاری ملازمت سے محروم ہو کر اپنے شہر سیالکوٹ واپس پہنچ گئے کچھ عرصہ سیالکوٹ کے معروف دینی ادارہ دارالعلوم الشہابیہ میں ملازمت کی اور اور آج کل مجلس تحفظ ختم نبوت کے باقاعدہ مبلغ کی حیثیت سے ضلع سیالکوٹ میں فرائض سرانجام دیتے رہے تھے۔

باضابطہ عالم دین نہ ہونے کے باوجود قادیانیوں کے بارے میں معلومات کافی ہیں خصوصاً جیل میں اسی فتنہ کا مطالعہ سب سے بڑی مصروفیت رہا پرجوش ہیں، انتھک ہیں اور قادیانی فتنہ کے تعاقب میں کسی مصلحت کے قائل نہیں۔

اغواء کا پس منظر

ضلع سیالکوٹ قادیانی گروہ کے اثر ورسوخ کا خاص علاقہ سمجھا جاتا ہے سابق وزیر خارجہ ظفر اللہ خاں کا ضلع ہے خود ایم ایم احمد پاکستان بننے کے فوراً بعد کافی عرصہ ضلع سیالکوٹ کے ڈپٹی کمشنر رہ چکے ہیں بہت سے قادیانی افسر اس ضلع سے تعلق رکھتے ہیں بالخصوص سرحدی دیہات اور علاقوں میں اثر ورسوخ کے لحاظ سے قادیانیوں نے اجارہ داری قائم کر رکھی ہے ان علاقوں میں سے ہی بھارتی سرحد کے بالکل قریب واقع گاؤں "معراجکے" بھی ہے یہاں قادیانی بااثر ہیں حتیٰ کہ علاقہ کا ڈسٹرکٹ کونسل امان اللہ بھی قادیانی ہے اور اس کے بارے میں یہ باتیں عوام کی زبان پر ہیں کہ قاتلوں اور سمگلروں کا پشت پناہ ہے اور خود بھی ان صفات میں کسی سے کم نہیں۔

"معراجکے" میں دو مسلمان لڑکیوں کے بارے میں پتہ چلا کہ انہیں قادیانیوں سے

بیا جا رہا ہے مسلمانوں کے جذبات جاگے انہوں نے سیالکوٹ میں مجلس تحفظ ختم نبوت کے دفتر سے رابطہ قائم کیا۔ مولانا محمد اسلم قریشی نے ان کی دعوت پر ۱۱ فروری کو نماز جمعہ کے موقعہ پر معراجکے میں مسلمانوں کے اجتماع سے خطاب کیا قادیانیوں کی مذہبی اور معاشرتی حیثیت کو واضح کیا مسلمانوں کی کوشش اس حد تک کامیاب رہی کہ غالباً ایک لڑکی قادیانی کے ساتھ نکاح ہونے سے بچ گئی۔

اسلم قریشی صاحب کی تقریر کارگر ثابت ہوئی۔ مسلمانوں کو اس سے حوصلہ ہوا، معلومات حاصل ہوئیں اور قادیانی سیخ پا ہوئے ان کا غصہ میں آنا واضح تھا کہ ان کے اثر و رسوخ اور اجارہ داری کے علاقوں میں ان کے نبی کی نبوت کو چیلنج ہوا۔

۱۸ فروری کے جمعہ کے لیے اسلم صاحب کو دوبارہ دعوت دی گئی اور یہ طے پایا کہ وہ ۱۷ فروری جمعرات کو آئیں گے درس بھی ہوگا خواتین سے الگ خطاب بھی ہوگا اور جمعہ کے اجتماع میں تقریر بھی ہوگی اسی پروگرام کے تحت اسلم قریشی ۱۷ فروری جمعرات کو گھر سے روانہ ہوئے مجلس تحفظ ختم نبوت سیالکوٹ کے امیر ملک منظور الہی صاحب سے سات سو روپے تنخواہ وصول کی دو سو روپے گھر میں بچوں کو دیئے بائیسکل لیا پرانے احرار کارکن سالار بشیر صاحب کے پاس پہنچے انہیں بتایا کہ میں معراجکے جا رہا ہوں معراجکے کے لیے دار العلوم الشہابیہ کے قریب سے بس ملتی ہے اسلم قریشی نے بائیسکل دار العلوم الشہابیہ میں چھوڑا اور معراجکے کے لیے روانہ ہوگئے بس یہاں تک ان کے سفر کا سراغ ملتا ہے اس کے بعد آج تک کچھ پتہ نہیں چلا کہ وہ دار العلوم الشہابیہ سے نکلے تو کہاں گئے؟ انہیں انہیں زمین نے نگل لیا؟ یا آسمان نے اُچک لیا؟ اب تک پولیس اور پرائیویٹ حلقے غور و فکر اور تحقیق و تجزیہ کے تمام مراحل سے گزر جانے کے باوجود کچھ کہہ نہیں پائے کہ دار العلوم الشہابیہ کے بعد اسلم قریشی کہاں گئے؟

تفتیش کے مراحل

اسلم قریشی جمعرات کو گھر سے کہہ کر غائب تھے جمعہ انہوں نے معراجکے پڑھانا تھا اس لیے گھر والے مطمئن تھے جمعہ کو شام گھر نہ آئے تو یہ خیال ہوا کہ شاید رات بھی رہ گئے ہوں ہفتہ کو دن میں بھی کوئی خاص تشویش نہ ہوئی کہ واپس آکر کسی کام میں مصروف ہوں گے لیکن ہفتہ کی شام کو بھی گھر نہ پہنچے تو تشویش ہوئی رات پریشانی میں گزری صبح اسلم قریشی کا بچہ حبیب اسلم جو ۱۴ سال کا نو عمر لڑکا ہے مرزا بشیر صاحب کے ہاں پہنچا کہ میرے ابو کہاں گئے ہیں؟ وہ دو روز سے غائب ہیں؟ انہوں نے دریافت کیا کہ کیا معراجکے سے واپس نہیں آئے؟ جواب ملا نہیں۔ تشویش ہوئی مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر ملک منظور الہی سے رابطہ قائم کیا جمعیۃ علماء اسلام کے ضلعی امیر پیر بشیر احمد صاحب کو اطلاع دی اور اس طرح تشویش و اضطراب کی بات پھیلتے پھیلتے پورے شہر میں پھیل گئی "معراجکے" سے پتہ کیا تو معلوم ہوا کہ وہاں تو اسلم قریشی پہنچے ہی نہیں۔

شہر کے سرکردہ حضرات نے آپس میں سر جوڑ کر صورت حال پر غور کیا ایک آدھ روز اپنے طور پر تفتیش میں گزرا بات کسی طرف نہ بڑھی تو تھانہ میں رپورٹ درج کرانے کا فیصلہ ہوا رپورٹ کے اندراج کے لیے پہلے جیپ کی اور پھر سٹی تھانہ سے رابطہ قائم کیا گیا تو رپورٹ درج کرنے میں لیت و لعل سے کام لیا گیا دوسرے روز سرکردہ شہریوں کا وفد ایس پی سیالکوٹ سے ملا انہوں نے درخواست لے لی اور کارروائی کا وعدہ کیا لیکن اس سے اگلے روز جب رابطہ ہوا تو درخواست ان کی جیب سے غائب ہو چکی تھی۔

اسی دوران گوجرانوالہ، فیصل آباد اور ملتان میں مجلس تحفظ ختم نبوت کے ذمہ دار حضرات کو اطلاع ہو چکی تھی گوجرانوالہ سے مجلس کا وفد مولانا عبید الحکیم آزاد امیر گوجرانوالہ ڈویژن اور حافظ محمد ثاقب سیالکوٹ پہنچے۔ رپورٹ کے اندراج کی بات ابھی کھٹائی میں تھی حکیم صاحب نے ڈی۔ آئی۔ جی گوجرانوالہ سے بات کی اور کافی تگ و دو کے بعد حکیم عبد الرحمن آزاد ابتدائی رپورٹ درج کرانے میں ۲۳ فروری کو کامیاب ہوئے رپورٹ مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر ملک منظور الہی صاحب کی طرف سے ہے جنہوں نے پورے واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے واضح طور پر قادیانی گروہ کو مورد الزام ٹھہرایا ہے۔

لیکن پولیس اس کے بعد سے اب تک تمام دعاوی اور اعلانات کے باوجود کوئی سراغ پیش نہیں کر سکی۔ اسی لیے اب مجلس عمل کا مطالبہ ہے کہ کیس کی تفتیش کرائمز برانچ کے سپرد کر دی جائے۔

بازیابی کی جدوجہد

مولانا محمد اسلم قریشی کے اغواء کی خبر سنتے ہی مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کے سیکرٹری جنرل مولانا محمد شریف جالندھری سیالکوٹ پہنچ گئے اور شہر کے مختلف مکاتب فکر کے رہنماؤں سے رابطہ قائم کر کے مقامی سطح پر مجلس عمل قائم کرائی جس نے اپنی بساط کے مطابق حتی الامکان پوری کوشش کی لیکن جب معاملہ اس کے بس سے باہر ہو گیا تو ڈویژنل مجلس عمل کا قیام عمل میں لایا گیا۔ مولانا محمد شریف جالندھری دو ہفتہ کے قریب سیالکوٹ میں رہے اور تفتیشی سرگرمیوں کی نگرانی کرتے رہے فروری کے آخر میں جمعیۃ علماء اسلام کے

صوبائی نائب امیر اول مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا منظور احمد چنیوٹی سیالکوٹ پہنچے اجتماعات سے خطاب کیا حضرات سے ملاقات کی اور بازیابی کی جدوجہد میں ان کی آمد سے گہما گہمی پیدا ہوئی لیکن ضلع سیالکوٹ اور ضلع گوجرانوالہ میں ان کا داخلہ بند کر دیا گیا۔

مارچ کے اوائل میں جمعیۃ علماء اسلام کے مرکزی رہنما مولانا زاہد الراشدی صاحب اپنے رفقاء علامہ محمد احمد لدھیانوی اور ڈاکٹر غلام محمد اور جناب غلام نبی امرتسری کے ہمراہ سیالکوٹ پہنچے صورت حال کا جائزہ لیا۔ اور پولیس کی کارکردگی پر عدم اطمینان کا اظہار کیا۔

۷ مارچ کو مدرسہ فاروقیہ سیالکوٹ میں گوجرانوالہ ڈویژن کے علماء اور کارکنوں کا اجتماع ہوا جس میں ضلع سیالکوٹ۔ ضلع گجرات اور ضلع گوجرانوالہ سے دو سو سے زائد مندوبین نے شرکت کی۔ مولانا محمد شریف جالندھری نے صدارت کی جبکہ مولانا زاہد الراشدی علامہ محمد احمد لدھیانوی۔ پیر بشیر احمد چوہدری خلیل احمد۔ مولانا فضل الرحمن کلیم مولانا حافظ محمد عالم اور دیگر سرکردہ حضرات نے خطاب کیا اور پولیس کی کارروائی کو غیر تسلی بخش سمجھتے ہوئے بھی تعاون کا اعلان کیا۔

اس کے بعد جمعیت کے مرکزی نائب امیر مولانا محمد اجمل خاں اور سیکرٹری اطلاعات حضرت مولانا زاہد الراشدی نے مدرسہ قاسم العلوم شیرانوالہ گیٹ لاہور میں پریس کانفرنس منعقد کر کے مولانا محمد اسلم قریشی کی گمشدگی پر شدید احتجاج کیا اور حکومت سے جلد از جلد بازیابی کا مطالبہ کیا۔

۱۳ مارچ کو جمعیۃ کی صوبائی مجلس شوریٰ کا اجلاس لاہور میں ہوا جس میں حضرت مولانا زاہد الراشدی صاحب۔ مولانا حامد علی صاحب رحمانی مولانا بشیر احمد شاد مولانا عبد اللطیف انور اور علامہ محمد احمد لدھیانوی پر مشتمل وفد سیالکوٹ بھیجنے کا فیصلہ ہوا۔ دوسرے روز یہ وفد سیالکوٹ پہنچا اور مقامی رہنماؤں سے تازہ صورتحال پر تبادلہ خیالات کیا۔

وفد کو یہ افسوسناک خبر ملی کہ تفتیش کا رخ قادیانیوں کی طرف کرنے کی بجائے مولانا محمد اسلم قریشی کے رشتہ داروں کو تشدد کا نشانہ بنایا جا رہا ہے ان کے ہم زلف، برادر نسبتی اور ایک رشتہ دار کو تھانہ میں بلا کر تفتیش کے بہانے زدوکوب کیا ہے۔ اور اس قدر تشدد کیا گیا ہے کہ مولانا محمد اسلم قریشی کا برادر نسبتی بے ہوش ہو گیا اور اسے فوری طور پر طبی امداد دینا پڑی۔

وفد کے سربراہ مولانا زاہد الراشدی نے پولیس کی اس کارروائی کی شدید مذمت کی اور تفتیشی سرگرمیوں پر عدم اعتماد کا اظہار کیا گیا۔

اسی روز شام کو سواد اعظم اہل سنت پاکستان کے سیکرٹری جنرل مولانا محمد ضیاء القاسمی سیالکوٹ پہنچ گئے۔ انہوں نے سیالکوٹ شہر اور ضلع کے جماعتی احباب سے رابطہ قائم کیا اور ۱۷ مارچ کو مدرسہ فاروقیہ سیالکوٹ میں ڈویژنل اجتماع کا اعلان کیا۔ انتظامیہ نے اس اجتماع کو ناکام بنانے کے لیے سر توڑ کوشش کی مگر اس کے باوجود اجتماع ہوا اور اس سے مولانا تاج محمود۔ مولانا ضیاء القاسمی مولانا زاہد الراشدی۔ مولانا محمد شریف جالندھری اور دیگر زعماء نے خطاب کیا اور پولیس کی منفی حرکات کی مذمت کرتے ہوئے اس کی تفصیلی سرگرمیوں کو قطعی ناقابل اعتبار قرار دیا۔

اسی دوران گوجرانوالہ میں مختلف مکاتب فکر کے نمائندہ حضرات کا اجلاس تحفظ ختم نبوت میں مولانا حکیم عبد الرحمن آزاد کی زیر صدارت منعقد ہوا جس میں ڈویژنل اجتماع کا فیصلہ کیا گیا۔

۲۰ مارچ کو جامع مسجد شیرانوالہ باغ گوجرانوالہ میں اجتماعی جلسہ عام منعقد ہوا جس میں بارش کے باوجود شہریوں نے بڑی تعداد میں شرکت کی اور مختلف مکاتب فکر کے رہنماؤں نے خطاب کیا اور حکومت کو خبردار کیا کہ اس مسئلہ کو گول کرنے کی کوئی کوشش کامیاب نہیں ہو گی۔ اسی دوران ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ سیالکوٹ نے مولانا زاہد الراشدی۔ مولانا محمد ضیاء القاسمی اور مولانا محمد شریف جالندھری کے بھی دو ماہ تک ضلع سیالکوٹ میں داخلہ پر پابندی لگا دی گئی۔

۲۷ مارچ کو جامع مسجد شیرانوالہ گیٹ گوجرانوالہ میں مختلف مکاتب فکر کے ڈیڑھ سو سے زائد نمائندوں کا ڈویژنل اجتماع مولانا حکیم عبد الرحمن آزاد کی زیر صدارت ہوا جس میں ڈویژنل مجلس عمل کے قیام کا فیصلہ کیا گیا۔ اجتماع سے مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی رہنما مولانا تاج محمود نے بھی خطاب کیا۔

ڈویژنل مجلس عمل کے لیے جمعیۃ علماء پاکستان کے صوبائی رہنما الحاج لطیف احمد چشتی کو صدر اور مولانا زاہد الراشدی کو جنرل سیکرٹری منتخب کیا گیا جبکہ جمعیۃ اہلحدیث کے مولانا عبد الرحمن واصل اور اہل تشیع کے مولانا نجم الحسن کو نائب صدر جمعیۃ علماء پاکستان کے مولانا خالد حسن مجددی کو جائنٹ سیکرٹری اور خاکسار تحریک کے صوفی اختر حسین کو سالار منتخب کیا گیا۔

۲۸ مارچ کو ڈویژنل مجلس عمل کا اجلاس الحاج لطیف احمد چشتی کی زیر صدارت منعقد ہوا جس میں بازیابی کی جدوجہد کو منظم طریقہ سے چلانے کے لیے مختلف طبقات سے رابطہ قائم کرنے کا فیصلہ کیا گیا اور ڈویژنل کے تینوں اضلاع کے اہم مقامات پر جلسہ عام منعقد کرنے کا فیصلہ ہوا۔ مجلس عمل کے رہنما ان دنوں

ابوعمار زاہد الراشدی

محنت کش اور اسلامی نظام

محنت انسانی عظمت کا ایک ایسا عنوان اور اجتماعات کا ایک ایسا محور ہے جس کے گرد انسانی معاشرہ کی چکی گھومتی ہے اور جس کے بغیر نوع انسانی کی معاشرت اور اجتماعیت کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا یہی وجہ ہے کہ کائنات کے خالق و مالک نے انسانی معاشرہ کے لیے جو فطری نظام زندگی نازل فرمایا۔ اس میں محنت کی عظمت کا نہ صرف اعتراف کیا گیا ہے بلکہ دین خداوندی کو پیش کرنے والے عظیم المرتبت انبیاء علیہم السلام کو "محنت کشوں" کی صف میں کھڑا کر کے خداوند عالم نے محنت کو پیغمبری وصف کا درجہ عطا فرمایا۔

جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کے مطابق۔

اللہ تعالٰی کے ہر نبیؑ نے بکریاں چرائیں اور خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے معمولی معاوضہ پر اہل مکہ کی بکریاں چرائیں۔

آدم علیہ السلام نے کاشت کاری کی سوت کاتا۔

نوح علیہ السلام نے لکڑی کا کام کیا اور اپنی محنت سے کھاتے تھے۔

ادریس علیہ السلام درزی تھے۔

شیث علیہ السلام سوت کاتتے تھے۔

داؤد علیہ السلام بادشاہ ہونے کے باوجود زرہیں بناتے اور ان کی کمائی کھاتے تھے۔

خود جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے محنت کو اپنا شعار بنایا۔ بیت اللہ کی تعمیر نو مسجد نبوی کی تعمیر اور مدینہ منورہ کے دفاع کے لیے خندق کھودتے وقت آپؐ نے "محنت کش" کا جو عظیم کردار دنیا کے سامنے پیش کیا وہ محنت کشوں کے لیے مشعل راہ ہے۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ہم غزوہ احزاب کے موقع پر خندق کھود رہے تھے کہ ایک سخت چٹان آڑے آگئی۔ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو صورت حال سے آگاہ کیا گیا تو آپؐ اس حالت میں کہ تین دن سے کچھ نہیں کھایا تھا اور بھوک کی شدت کے باعث پیٹ پر پتھر باندھ رکھا تھا تشریف لائے کدال اٹھائی اور چٹان کو ریزہ ریزہ کر دیا۔

(بخاری ص ۵۸۸ ج ۲)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خندق کی کھدائی کے موقع پر اپنے ہاتھوں سے مٹی اٹھا اٹھا کر باہر پھینکتے تھے۔

بخاری ص ۵۸۹ ج ۲

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی محنت کش تھے۔ بخاری ص ۲۷۸ ج ۱ میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ اور ابوداؤد ص ۵۱ ج ۱ میں حضرت عکرمہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرامؓ "عمال انفسہم" محنت کش تھے۔ اور موٹا جھوٹا پہنتے تھے جس کی وجہ سے جمعہ کے اجتماع کے موقعہ پر ان کے پسینہ کی بو پھیلتی تھی۔ اسی بناء پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کے دن غسل کا حکم دیا۔

اللہ تعالٰی کے پیارے اور آخری نبی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے "محنت کش" کی کمائی کو سب سے اچھی کمائی قرار دیا۔

بخاری ص ۲۷۸ ج ۲ میں حضرت مقدام بن معدیکربؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس سے اچھی کمائی کوئی نہیں کہ انسان اپنے ہاتھ کی محنت سے کھائے۔ اس کے ساتھ ہی جناب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے محنت کشوں کو معاشرہ میں ان کا صحیح مقام دلانے کے لیے جو ہدایات فرمائیں اور قرآن و حدیث میں محنت کشوں کے معاشرتی مقام کا جو نقشہ کھینچا دنیا کا کوئی نظام بھی اس کی مثال پیش نہیں کر سکتا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل محنت کشوں غلاموں اور نچلے طبقے کے لوگوں کو معاشرہ میں حقارت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ نام نہاد بڑے لوگ ان کے ساتھ بیٹھنا توہین سمجھتے تھے اور انہیں وہ حقوق حاصل نہ تھے جو ایک انسانی معاشرہ میں حاصل ہونے چاہئیں لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے محنت کشوں

کو ان کے صحیح مقام و مرتبہ سے سرفراز فرمایا محنت کشوں سے "وڈیروں" کی نفرت کی کیفیت کا اندازہ اس واقعہ سے کیا جاسکتا ہے کہ مکہ مکرمہ میں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کی مجلس میں حضرت بلالؓ حضرت خبابؓ حضرت عمارؓ اور حضرت زیدؓ جیسے حضرات بھی تھے۔ اتنے میں چند کافر سردار آئے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ ہم آپ کی بات سننا چاہتے ہیں اور شائد سمجھ کر مان بھی لیں لیکن "ضعفاء" کے ساتھ بیٹھنا ہماری توہین ہے آپ ہمیں الگ مجلس میں اپنی بات سمجھائیں۔ سرداروں اور وڈیروں کی یہ فرمائش اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ان الفاظ کے ساتھ رد فرمادی کہ

"اے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم (ان کافروں وڈیروں کی وجہ سے) ان لوگوں کو دور نہ ہٹائیں جو صبح شام اپنے رب کو اس کی رضا کے لیے یاد کرتے ہیں نہ ان کے حساب کی آپ پر ذمہ داری ہے اور نہ آپ کے حساب کی ان پر ذمہ داری ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ ان کو (اپنی مجلس سے) ہٹا دیں تو آپ کا شمار نا انصافوں میں ہو جائے

(الانعام)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے غلاموں کے بارے میں جو محنت کشوں کا سب سے نچلا درجہ اور کمزور طبقہ شمار ہوتا ہے حسن سلوک کی بار بار نصیحت فرمائی حتی کہ آپ کی آخری وصیت بھی نماز کی پابندی اور غلاموں کے ساتھ حسن سلوک کی ہدایات پر مشتمل تھی۔

آپؐ نے غلاموں کو معاشرہ میں معیار زندگی کے لحاظ سے دوسرے لوگوں کے مساوی درجہ عطا فرمایا اور واضح طور پر ہدایت فرمائی کہ

یہ غلام تمہارے ہی بھائی اور ساتھی ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے تمہارے ماتحت کر دیا ہے۔ پس تم میں سے کسی شخص کے تحت اس کا بھائی ہو تو اسے وہی کھلائے جو خود کھاتا ہے وہی پہنائے جو خود پہنتا ہے اور ایسا کوئی کام اس کے ذمہ نہ لگائے جو اس کے بس سے باہر ہو۔

(بخاری ص ۹ ج ۱)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس واضح ارشاد سے یہ نتیجہ اخذ کرنا کوئی مشکل امر نہیں ہے کہ جب مالک اور اس کے خرید کردہ غلام کے درمیان معیار زندگی کی برابری اسلامی نظام کا بنیادی تقاضا ہے تو آج کارخانہ دار اور مزدور کے درمیان بھی معیار زندگی کی برابری قائم کر کے ہی اسلامی نظام کو صحیح طور پر روبہ عمل میں لایا جاسکتا ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد پر صحابہ کرامؓ نے انفرادی اور اجتماعی طور پر جس طرح عمل پیش کیا اور خلافت راشدہ کی صورت میں اسلامی نظام کا جو مثالی معاشرہ دنیا کے سامنے پیش کیا۔ دنیا کی تاریخ اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔ انفرادی طور پر۔

۱۔ حضرت عثمانؓ اپنے غلاموں کو خود اپنے معیار کا کھانا اور لباس مہیا فرماتے۔

۲۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ اپنی لڑکیوں اور لونڈیوں کو ایک جیسا زیور پہناتے۔

۳۔ حضرت ابوذر غفاریؓ اپنا اور اپنے غلام کا لباس ایک ہی کپڑے سے سلواتے۔ اور اجتماعی طور پر اس معاشرہ میں جہاں بڑے اور چھوٹے طبقوں کی واضح تقسیم موجود تھی۔ اسلام نے خلافت راشدہ کی صورت میں ایسے معاشرہ کی بنیاد ڈالی جس میں بڑے چھوٹے اور متوسط طبقوں کا کوئی وجود نہیں تھا۔

معاشرہ میں امیر المومنین صوبوں کے گورنر اور اعمال کا طبقہ بھی موجود تھا اور اس حکمران طبقہ کا معیار زندگی وہی تھا جو ایک عام آدمی کا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے بیت المال سے وظیفہ کے تعین کے لیے مشورہ ہو رہا تھا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ کی اور آپ کے اہل و عیال کی ضروریات کو معروف طریقہ سے عام آدمی کی طرح پورا کرنے کے لیے جتنا وظیفہ ضروری ہو وہی آپ کا ہے۔ اصحاب شوریٰ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قول کو پسند کیا اور اسی پر فیصلہ ہو گیا۔

(طبری ص ۱۶۴ ج ۴)

چنانچہ حضرت عمرؓ نے اپنا اور اپنے گورنروں اور عمال کا وظیفہ عام آدمی کے گزارے کے مطابق مقرر فرمایا۔ معاشرہ میں حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ، حضرت طلحہؓ حضرت زبیرؓ اور حضرت عثمان جیسے تاجر بھی تھے اور ان کا رہن سہن اور کھانا پینا بھی معاشرہ کے عام آدمی کی طرح تھا اور ان کی دولت ذاتی تعیش اور نمود پر صرف ہونے کی بجائے غرباء اور معاشرہ کی فلاح و بہبود میں صرف ہوتی تھی۔

الغرض آج جس طرح معاشرہ بڑے طبقے متوسط طبقے اور چھوٹے طبقے میں تقسیم ہو چکا ہے اور اصحاب ثروت نے دولت کے اظہار و تعیش کے لیے ہر شہر میں اپنے الگ محلے بسا لیے ہیں۔ خلافت راشدہ کے دور میں اس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا بلکہ اسلام نے پہلے سے موجود طبقاتی تقسیم کو ختم کر کے خلافت راشدہ کی صورت میں ایک خالصتہً "غیر طبقاتی معاشرہ" پیش کیا

ہے۔ اور یہاں اس حقیقت کا اظہار شائد بے محل نہ ہو کہ آج کمیونزم کے جن خطرات کا اظہار کیا جا رہا ہے اس کی بنیادی وجہ معاشرہ کی طبقاتی تقسیم ہے جس کے نتیجہ میں ایک طرف دولت سے کھیلنے والوں اور بات بات پر دولت کی نمائش کرنے والوں کا طبقہ بلند و بالا محلوں میں عیش و عشرت کی زندگی گزار رہا ہے اور دوسری طرف اسی معاشرہ میں آبادی کی اکثریت روزمرہ ضروریات کو پورا کرنے سے قاصر ہے۔ کمیونزم چونکہ معاشرہ کی طبقاتی تقسیم سے جنم لیتا ہے اس لیے کمیونزم کا راستہ صرف اسی صورت میں روکا جا سکتا ہے کہ معاشرہ میں معیار زندگی کی برابری کا اصول اپنا کر خلافت راشدہ کی طرز پر غیر طبقاتی معاشرہ کی تشکیل کے لیے اجتماعی اور ہمہ گیر جدوجہد کا آغاز کیا جائے ورنہ کمیونزم کا راستہ صرف نعروں اور جذباتی تقریروں سے نہیں روکا جا سکے گا۔

ہمارا آج کا موجودہ اقتصادی و معاشی نظام نوآبادیاتی دور کی یادگار ہے۔ اسلام کا اس سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے اس لیے یہ ضروری ہے کہ اس نظام کو یکسر تبدیل کر کے محنت کشوں کو معاشرہ میں دوسرے طبقوں کے برابر معیار زندگی کی سہولتیں فراہم کی جائیں اور حق معیشت میں مساوات کا واضح اور اٹل اصول اپنایا جائے جو اسلامی نظام کی اصل روح ہے۔ نامناسب نہ ہو گا اگر یہاں حق معیشت میں مساوات کے اصول کی تھوڑی سی وضاحت کر دی جائے تاکہ یہ واضح ہو سکے کہ اسلام معاشرہ کے مختلف طبقات اور افراد کے درمیان مساوات کا کیا اصول قائم کرتا ہے۔

اسلام نے فرد کی ملکیت کے حق کو تسلیم کیا ہے اور اسے یہ بھی اجازت دی ہے کہ وہ جائز اور حلال ذرائع سے اپنی ملکیت اور دولت میں جس قدر چاہے اضافہ کرے لیکن اس کے ساتھ ساتھ اسلام یہ پابندی بھی لگاتا ہے کہ

دولت کی اجتماعی گردش صرف سرمایہ داروں میں محدود نہ رہے بلکہ معاشرہ کے تمام طبقے اس سے فیض یاب ہوں۔ (کی لا یکون دولۃ بین الاغنیاء منکم (سورۃ الحشر))

دولت کی ایسی نمائش اور عیش و عشرت کے ایسے مواقع جن سے محروم طبقے مایوسی کا شکار ہوں یا ان میں مسابقت اور معیار زندگی میں آگے بڑھنے کا جذبہ ناجائز ذرائع کو اختیار کرنے کی سوچ پیدا کرے تو قانوناً ممنوع ہوں۔

معیار زندگی مثلاً خوراک لباس اور رہائش وغیرہ معاملات میں معاشرہ کے مختلف طبقات کے درمیان مساوات کا اصول کارفرما ہے اور اگر اس مقصد کے لیے کسی قانونی قدغن کی ضرورت ہو تو اس سے بھی گریز نہ کیا جائے جیسا کہ حضرت عمرؓ نے بصرہ شہر کی تعمیر کے وقت پابندی لگا دی تھی کہ کوئی شخص تین کمروں سے زائد مکان نہ بنائے اور یہ بھی ہدایت فرما دی تھی کہ مکانوں کو بلند کرنے میں ایک دوسرے سے مقابلہ نہ کرو۔

(بحوالہ اسوۂ صحابہؓ ص ۲۶۵ ج ۱)

دولت اور اس کے جو ذرائع حکومت کی طرف سے تقسیم کیے جائیں ان میں بالکل برابری اور مساوات کا اصول اپنایا جائے جیسا کہ حضرت ابوبکرؓ نے بیان فرمایا۔ صدیق اکبرؓ کے خلیفہ بننے کے بعد جب بحرین وغیرہ سے مال آیا تو آپ نے اسے مدینہ کے شہریوں میں برابر تقسیم کر دیا۔ کچھ لوگوں نے اعتراض کیا کہ حضرت لوگوں میں کچھ فضیلت اور مرتبہ والے بھی ہیں لیکن آپ نے سب کو برابر حصہ دیا ہے۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ جہاں تک فضیلت اور درجہ کا تعلق ہے اس کا ثواب اللہ تعالیٰ دیں گے (وھذا معاش فالاسوۃ فیہ خیر من الاثرۃ) کتاب الخراج ص ۵

اور یہ حقیقت ہے اس میں برابری اور مساوات کا اصول ترجیح سے بہتر ہے اور جیسا کہ خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی دولت کی مساوی تقسیم کو ہی اسلامی معیشت کا صحیح اصول قرار دیا ہے۔

حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ۔

جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے امام مہدی علیہ السلام کے ظہور کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ جب امام مہدی آئیں گے تو زمین ظلم و جور سے پر ہو گی اور امام مہدی ظلم و جبر کا خاتمہ کر کے دنیا بھر میں عدل و انصاف کو غالب کر دیں گے پھر فرمایا۔ ویقسم المال صحاحاً قال لہ رجل ما صحاحاً قال بالسویۃ بین الناس رواہ احمد و ابویعلی و رجالہما ثقات (مجمع الزوائد ص ۳۱۴ ج ۷) کہ امام مہدی لوگوں میں صحیح طریقہ سے تقسیم کریں گے۔ ایک شخص نے پوچھا کہ صحیح طریقہ کیا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ لوگوں میں برابری اور مساوات کی بنیاد پر۔ الغرض اسلام نے جائز ذرائع سے دولت کمانے کی اجازت دینے کے باوجود معیار زندگی کی برابری اور قومی سطح پر دولت اور اس کے ذرائع کی تقسیم میں مساوات کو اصول قرار دیا ہے اور مساوات کے اس اصول کو قائم کرنے کے لیے بوقت ضرورت اصحاب ثروت سے ان کا زائد مال حاصل کر کے دوسرے لوگوں میں تقسیم کرنے کا تصور بھی موجود ہے جیسا کہ حضرت ابوعبیدہ بن الجراحؓ نے ایک سفر کے دوران جب آپ کے ہمراہ تین سو صحابہؓ تھے۔ زاد راہ ختم ہونے پر سب لوگوں کے زاد راہ ان سے حاصل کر لیے اور برابری کی بنیاد پر اس میں سے ان کو خوراک دیتے رہے۔

(محلی ص ۱۵۸ ج ۶)

اسی طرح حضرت عمرؓ نے ایک موقع پر فرمایا تھا کہ جو بات میں نے اب محسوس کی ہے اگر اسے پہلے محسوس کر لیتا تو

مفتی عبدالشکور کشمیری

شیخ الاسلام

علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ

دارالعلوم دیوبند کا شمار عالم اسلام کی ان بڑی یونیورسٹیوں میں ہوتا ہے جن کو عالم اسلام کے لوگ اپنا قیمتی سرمایہ سمجھتے ہیں، اس سلسلہ میں دارالعلوم دیوبند کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ اس سے فارغ ہونے والوں نے دین کی دعوت کو عالم اسلام اور دوسرے غیر ممالک میں، پہنچانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی اس اعتبار سے دارالعلوم کا ہر فرزند اپنے رنگ میں الگ الگ خصوصیات کا مالک ہے اور ان میں کوئی فرد بھی ایسا نہیں کہ جس نے اپنے سرمایہ علم سے دوسروں کو فیض نہ پہنچایا ہو اور اس گرانقدر متاع کو ضائع کیا ہو جو ان کو مادر علمی سے ورثہ میں ملی تھی اور دارالعلوم کے اس چشمہ فیض سے فارغ ہونے والوں نے پاک و ہند کے علاوہ عالم اسلام کے تمام ممالک میں رہنے والے مسلمانوں کو علم۔ دین۔ تقویٰ۔ صلاح کار عمل اخلاق۔ انسانیت۔ سیاست۔ جہاد سے ہر ہر منزل پر مسلمانوں کی رہنمائی کی ہو، اور خدمات سے معلوم ہوتا ہے کہ گویا اللہ تعالیٰ نے مولانا قاسم نانوتویؒ کے اس لگائے ہوئے چمن کو ازل میں مسلمانوں کی فلاح و بہبود کے لیے چن لیا تھا۔

اس چشمہ فیض سے یوں تو ہر قسم کے رنگ برنگے پھول کھلے ہیں لیکن ان پھولوں میں جو بے انتہا معطر اور بے حد جاذب نظر نکلے ان میں حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ اسیر مالٹا۔ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ۔ محدث اعظم ابوحنیفہ وقت حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ۔ مجاہد اسلام مولانا عبیداللہ سندھی۔ مفتی اعظم ہند مفتی کفایت اللہ صاحبؒ۔ سرمایہ افتخار حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ۔ مولانا حبیب الرحمٰن عثمانیؒ۔ مفتی اعظم دارالعلوم مفتی عزیز الرحمٰن صاحب۔ شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ مفتی اعظم پاکستان مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ۔ حضرت مولانا ظفر احمد عثمانیؒ سدا بہار پھول تھے۔

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ دارالعلوم دیوبند کے عظیم الشان بلند مقام محقق اور نامور فرزند ہیں۔ علامہ صاحب کے والد مولانا فضل الرحمٰن صاحب اپنے زمانہ کے فاضل اُردو ادب کے ماہر اور ڈپٹی انسپکٹر مدارس تھے، آپ کے والد نے آپ کا نام پہلے فضل اللہ رکھا اور بعد میں شبیر احمد آپ کا شجرہ خلیفہ سوم حضرت عثمان غنیؓ سے جا ملتا ہے۔

ابتدائی تعلیم

۱۳۱۲ھ میں آپ نے حافظ محمد عظیم دیوبندی سے شرف تلمذ طے کیا اور اُردو کی کتابیں پڑھیں ۱۳۱۴ھ میں منشی منظور احمد دیوبندی سے دارالعلوم دیوبند میں فارسی کی کتابیں پڑھیں اور بعد میں مولانا محمد یٰسین سے بھی فارسی کی آخری کتابیں پڑھیں، اور ۱۳۱۹ھ میں آپ نے درس نظامی کی کتابیں شروع کیں ویسے تو آپ کے اساتذہ کی فہرست بہت لمبی ہے لیکن خصوصیت سے قابل قدر اساتذہ حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحبؒ حضرت مولانا غلام رسول صاحبؒ ہزاروی حضرت مولانا محمد یٰسین صاحب شیرکوٹی ہیں اور ۱۳۲۵ھ میں آپ نے تعلیم سے فراغت حاصل کی اور دارالعلوم میں اول آئے فراغت کے بعد کچھ ماہ تک دارالعلوم میں تعلیم دی اس کے بعد آپ مدرسہ فتح پوری دہلی میں صدر مدرس کی حیثیت سے تشریف لے گئے۔

۱۳۲۵ھ میں آپ کے والد کا انتقال ہوا ۱۳۲۸ھ میں آپ نے حج کیا اور ۱۳۴۴ھ میں شاہ حجاز کی دعوت پر جمعیۃ علماء ہند کی طرف سے آپ نمائندہ بن کر تشریف لے گئے اور وہاں آپ نے عربی زبان میں زبردست تقریریں کیں۔ ۱۳۵۴ھ میں دارالعلوم کے پرنسپل اور صدر مہتمم کی حیثیت سے فرائض سرانجام دیے جہاں آپ نے دارالعلوم کی ترقی میں نمایاں کردار ادا کیا۔ تحریک پاکستان میں سرگرمی کے ساتھ کام کرتے رہے پاکستان بننے کے بعد ۷ اگست ۱۹۴۷ء کی دوپہر کو آپ تقریب افتتاح پاکستان میں حصہ لینے کی غرض سے کراچی روانہ ہوئے ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو کراچی میں جشن آزادی میں شرکت فرمائی اور مغربی پاکستان میں پہلی پرچم کشائی آپ کے دست مبارک سے ہوئی۔

آپ کی ساری عمر اسلام کی خدمت میں گزری آپ نے ہر محاذ پر دین کی خدمت کی تصنیف و تالیف میں آپ نے قرآن کریم کی تفسیر لکھی اور حدیث میں آپ نے مسلم کی شرح عربی زبان میں لکھنی شروع کی جس کی تکمیل آپ زندگی میں نہ کر سکے (اب علامہ تقی عثمانی جج سپریم کورٹ اور نائب مہتمم دارالعلوم کراچی کر رہے ہیں) اس کے علاوہ تقریباً دو درجن سے زائد کتابوں کے مصنف ہیں۔

ملکی خدمات کا آغاز

آپ کی ملکی خدمات کا آغاز جنگ بلقان سے ہوا، اس کے بعد آپ نے تحریک خلافت میں زبردست حصہ لیا۔ جمعیۃ علماء ہند کی مجلس عاملہ کے رکن رہے ۱۹۴۵ء تک آپ نے جمعیۃ علماء ہند کے پلیٹ فارم سے بہت خدمات سرانجام دیں، اس کے بعد آپ نے باقاعدہ طور پر مسلم لیگ میں شرکت اختیار فرمائی اور آپ کی شرکت کی وجہ سے تحریک پاکستان کو بہت زیادہ تقویت ملی اور بلا مبالغہ پاکستان کا وجود آپ کا مرہون منت ہے کمزوری اور علالت کے باوجود آپ نے تحریک پاکستان کے لیے دورے کیے سرحد کے ریفرنڈم میں کامیابی آپ کی کوششوں کا نتیجہ ہے ـــــ (علامہ عثمانیؒ کی شرکت سے مسلم لیگ مسلمانوں کی نمائندہ جماعت بنی) اور یہ ایک حقیقت ہے کہ ان کی لیگ میں شرکت کی وجہ سے مسلمانوں کی اکثریت مسلم لیگ کے ساتھ ہوئی۔

لیگ میں شرکت کی وجہ

علامہ عثمانیؒ نے محمد علی جناح سے تعاون کرنے کا جو اقدام کیا اور اس میں جو عوامل کارفرما تھے ان سب سے بڑا مقصد یہ تھا کہ پاکستان بننے کے بعد وہاں اسلامی حکومت قائم کی جائے گی۔ چنانچہ آپ نے قائداعظم سے ملاقات میں بھی اس کا اظہار کیا اور انہوں نے جواب میں کہا کہ پاکستان میں اسلامی نظام کے علاوہ دوسرا کوئی نظام نافذ نہیں ہو سکتا اور علامہ صاحب سے کہا کہ آپ صاحبان (یعنی علماء کرام) اس مسئلہ کو طے کریں گے۔

صوبہ سرحد کا دورہ

قائداعظم سے ملاقات کے بعد مولانا شبیر احمد عثمانیؒ ۵ جون کو سخت گرمی کے زمانہ میں تشریف لائے اور کمزوری اور بیماری کے عالم میں انہوں نے پوری جانفشانی کا ثبوت دیا اور آپ نے ثابت کر دیا کہ میدان علم و حکمت کا مرد میدان مشقت اور مجاہدہ میں بھی کسی سے کم نہیں۔

آپ نے پشاور میں مسلمانوں کو واضح کیا کہ اگر صوبہ سرحد پاکستان میں شامل نہ ہوا تو مسلمان قوم کی تباہی آنکھوں کے سامنے کھڑی ہے آپ نے فرمایا پاکستان میں اسلامی قانون ہوگا اور مسلمانوں کو اپنی مرضی کے مطابق قانون جاری کرنے کا اختیار ہوگا۔

پشاور کے مسلمانوں میں علامہ صاحب کی تقریر سے جوش و خروش پیدا ہوگیا آپ نے صوبہ سرحد میں ایبٹ آباد۔ کوہاٹ۔ بنوں۔ مردان، مانسہرہ اور قبائلی علاقوں کا دورہ کر کے سرحد کی سیاست کا نقشہ تبدیل کر دیا۔ اس وقت سرحد کے حالات سے قائداعظم تک گھبرائے ہوئے تھے ۶ جولائی ۱۹۴۷ء سے صوبہ سرحد کی رائے شماری شروع ہوئی۔ ۱۸ جولائی کو ختم ہوئی اور صوبہ سرحد پاکستان کا حصہ بن گیا۔

علامہ عثمانیؒ اور جناح ملاقات

صوبہ سرحد میں ریفرنڈم کی کامیابی کے بعد قائداعظم سے علامہ صاحب کی دہلی میں ملاقات ہوئی اور کامیابی پر قائداعظم کو مبارکباد دی۔ قائداعظم نے جواب میں کہا اس مبارکباد کے مستحق آپ ہیں میں سیاست دان ہوں لیکن آپ نے بروقت مدد کر کے مذہب کی روح لوگوں میں پھونک دی ہے۔

علامہ صاحب کی اس مختصر سے وقت کی دوڑ دھوپ اتنی بابرکت ثابت ہوئی کہ دوسروں کی پوری عمروں کی محنت پر پانی پھر گیا۔ چنانچہ مولانا نصر اللہ خاں ایڈیٹر اخبار تسنیم لکھتے ہیں۔

"اس میں کوئی شک نہیں کہ تحریک پاکستان کو مسلمانوں میں مقبول بنانے میں اگرچہ اور بھی کئی عناصر کارفرما تھے مگر اس تحریک کو مذہبی تقدس بخشنے والی ذات تنہا علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی تھی اگر وہ اس طرف نہ آتے تو مسلمانوں کو یقین دلانا مشکل تھا کہ یہ تحریک مذہبی درجہ رکھتی ہے اور علامہ کی حمایت اس سلسلہ میں بہت کارگر ثابت ہوئی۔"

مسئلہ کشمیر اور علامہ عثمانیؒ

پاکستان میں آ کر آپ کو مسئلہ کشمیر سے سخت دلچسپی رہی اس سلسلہ میں آپ نے خود کراچی سے چندہ جمع کیا اور تحریک پاکستان کے عظیم قائد علامہ ظفر احمد عثمانی کو ڈھاکہ تحریر کیا کہ وہ کشمیر کے لیے چندہ جمع فرمائیں انہوں نے دس ہزار روپیہ وہاں سے جمع کر کے بھیجا اس کے علاوہ ڈاکٹروں کی ایک جماعت کو زخمیوں کی مرہم پٹی اور علاج کے لیے بھیجا اور اپنے حلقہ میں جہاد کی ترغیب دلاتے رہے۔

جہاد کانفرنس

علامہ صاحب نے کشمیر میں جہاد کا فتویٰ دیا اور اس فتویٰ کی ممالک اسلامیہ کے تمام علماء نے حمایت کی اور مولانا مودودی صاحب کو دلائل سے مطمئن کیا کہ کشمیر کی جنگ اسلامی جہاد ہے۔

دستور ساز اسمبلی میں کشمیر پر تقریر

آپ نے دستور ساز اسمبلی میں کشمیر پر ایک ولولہ انگیز تقریر کی اور آپ کی تقریر پر حکومت نے ایک کمیٹی بنائی جو کشمیر کمیٹی کے نام سے موسوم ہوئی۔

اسلامی قانون سازی

اسلامی نظام کی تدوین کے لیے آپ نے ہندوستان سے مولانا مناظر احسن گیلانی۔ علامہ سید سلیمان ندوی اور مسٹر عبدالحمید صاحب حیدر آبادی کو بلایا اور دن رات محنت کر کے آپ نے دستور کے بنیادی اور جزئی اصول اور قانون بنانے کا کام سرانجام دیا

قرار داد پاکستان

علامہ صاحب پاکستان تشریف لائے تو آپ دن رات اسی کوشش میں مصروف رہے کہ پاکستان میں اسلامی قانون کا نفاذ ہو، اور کم از کم میرے سامنے دستور ساز اسمبلی یہ پاس کر دے کہ پاکستان کا آئندہ دستور قرآن و سنت کے مطابق ہوگا۔ چنانچہ آپ نے اس مقصد کے لیے قوم کو بیدار کیا ملک کے

لوگوں سے اس کی آواز بلند کرائی اور آپ ہی کی کوششوں سے لیاقت علی خاں مرحوم نے دستور ساز اسمبلی میں قرارداد مقاصد کے نام سے تجویز پیش کی جو ایک تاریخی کام ہے اور یہی وہ مقصد تھا جس کی خاطر قدرت نے علامہ صاحبؒ کو تحریک پاکستان کے لیے کھڑا کیا تھا۔

علامہ کا حکومت کو چیلنج

قرارداد مقاصد کی تجویز سے پہلے آپ نے ڈھاکہ کی تین روزہ کانفرنس کے خطبہ میں حکومت کو زبردست چیلنج دیا جس طرح کہ علماء حق اپنے اپنے زمانہ میں حق کو بلند کرنے کے لیے حکومتوں کو دیتے رہتے ہیں۔

چنانچہ لکھتے ہیں۔

"خواہ ارباب اقتدار ہمارے ساتھ کچھ ہی برتاؤ کریں ہم اس کوشش سے کبھی دستبردار نہیں ہو سکتے کہ مملکت پاکستان میں اسلام کا وہ دستور و آئین اور وہ نظام حکومت تشکیل پذیر ہو جس کی رو سے اس بات کا مؤثر انتظام کیا جائے کہ مسلم قوم اپنی زندگی اسلام کے انفرادی و اجتماعی تقاضوں اور اسلامی تعلیمات کے مطابق جو قرآن و سنت سے ثابت ہوں مرتب و منظم کر سکے

خطبہ صدارت صـ ۷۶

علامہ عثمانی اور گورنر جنرل غلام محمد کی تلخ گفتگو

چونکہ علامہ عثمانی پاکستان کی پہلی دستور ساز اسمبلی کے رکن تھے اور شب و روز اسلامی دستور کے سلسلہ میں دوسرے ارکان سے بحث مباحثہ رہتا تھا۔

ایک مرتبہ مولانا کی کسی تجویز پر غلام محمد نے یہ طعنہ دیا کہ مولانا یہ امور مملکت ہیں علماء کو ان باتوں کی کیا خبر لہٰذا ان معاملات میں علماء کو دخل اندازی نہ کرنا چاہیئے۔ اس موقعہ پر حضرت علامہ نے جو تقریر فرمائی اس کا ایک جملہ یہ تھا۔

"ہمارے اور آپ کے درمیان صرف اے۔ بی۔ سی۔ ڈی۔ کے پردے حائل ہیں ان مصنوعی پردوں کو اٹھا کر دیکھیے تو پتہ چلے گا کہ علم کس کے پاس ہے اور جاہل کون ہے"

ایک موقعہ پر ارشاد فرمایا کہ

"آپ کو ملّا سے یہ خطرہ ہے کہ وہ کہیں اقتدار پر قابض نہ ہو جائیں لیکن خوب اچھی طرح سمجھ لیجئے کہ ملّا کا کوئی ایسا ارادہ نہیں ملا اقتدار پر قبضہ نہیں کرنا چاہتا البتہ اصحاب اقتدار کو تھوڑا سا ملّا ضرور بنانا چاہتا ہے۔"

پاکستان کے بارے میں علامہ صاحب کی پیشگوئی

فرماتے ہیں" ہمارا عقیدہ ہے کہ تقدیر نے ہمیں پاکستان کے تحفظ کے لیے چن لیا ہے اور یہ چیز آئندہ نسلوں کو ورثہ میں ملے گی اور شاید ہمارا مذاق اُڑایا جائے لیکن ہماری آنکھیں صبح فردا کے اس دلفریب خندہ کا نظارہ کر رہی ہیں جس کے پردے سے ہماری کامرانیوں کا مہر منیر طلوع ہو گا اس صبح اُمید کی نمود تک ہم نومیدوں کی شب تار کو اپنی قربانیوں کے نور سے روشن رکھیں گے اور اسلام کے سچے فرزندوں کی طرح ہر مصیبت کو خندہ پیشانی سے برداشت کریں گے۔"

خطبہ لاہور صـ ۱۱،۱۰

قائداعظم کا علامہ صاحب کی بروقت شرکت نہ کرنے پر اجلاس کا التواء

"۱۹۴۶ء میں ایک عظیم الشان کانفرنس کا انعقاد کیا گیا۔ اس کانفرنس میں علامہ صاحب کسی وجہ سے بروقت شرکت نہ کر سکے پہنچنے میں کچھ دیر ہو گئی تو قائداعظم نے کارروائی کو ملتوی کر دیا جب تک علامہ نہ پہنچے اور جب علامہ تشریف لائے تو قائداعظم استقبال کے لیے کچھ دور تک بڑھے اور تمام مقتدر اشخاص کھڑے ہو گئے۔"

اس عمل سے علامہ صاحب کی شخصیت کا پتہ چلتا ہے۔"

تجلیات عثمانی صـ ۶۹۲

علامہ عثمانی اور اسلامی بلاک

جیسا کہ علامہ عثمانی کی زندگی کے بہت سے شاہکار ہیں ان میں اسلامی بلاک قائم کرنا بھی تھا اس مقصد کے لیے علامہ صاحب نے ایک مؤتمر اسلامی قائم کرنے کا ارادہ کیا جس سے سب سے بڑا مقصد یہ تھا کہ تمام اسلامی ممالک میں رشتہ اُخوت مضبوطی کے ساتھ قائم ہو اور تمام اسلامی ممالک متحد ہو کر اپنا ایک بلاک قائم کریں چنانچہ ۱۹۴۸ء کے اوائل میں پاکستان عرب ثقافتی جمعیت کی بنیاد رکھی گئی تو علامہ شبیر احمد عثمانی ہی اس کے صدر بنے۔ چنانچہ آپ کے یوم وفات پر ڈاکٹر محمود حسین نے پریس کانفرنس میں بتایا کہ مؤتمر کا پہلا مقصد علامہ شبیر احمد عثمانی کا یوم وفات منانا اور دوسرا ان کی زندگی کا سب سے بڑا مشن اسلامی بلاک کی تشکیل کے لیے غور کرنا ہے۔

تجلیات عثمانی صـ ۵۷۳

اس سے صاف ظاہر ہے کہ اسلامی بلاک بنانے کا مشن حضرت علامہ صاحب کی سعی کا مرہون منت ہے۔

قائداعظم کی علامہ عثمانی کو مبارکباد

۱۱ جون ۱۹۴۷ء کو دہلی میں علامہ عثمانیؒ نے

ہمراہ مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع صاحبؒ اور علامہ ظفر احمد عثمانیؒ قائد اعظم سے ملاقات کی قائد اعظم نے کھڑے ہو کر پرجوش خیر مقدم کیا شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے قائد اعظم کو حصول پاکستان پر مبارک باد پیش کی تو قائد اعظم نے کہا مولانا اس مبارک باد کے مستحق تو آپ ہیں کہ آپ ہی کی کوششوں سے کامیابی ہوئی ہے۔

ماخوذ از مفتی اعظم نمبر ۲۱۰

اس ملاقات کے آخر میں قائد اعظم نے کہا کہ میں پاکستان کے مقدمہ میں مسلمانوں کا وکیل تھا اللہ تعالٰی نے ان کو اس مقدمہ میں کامیاب کیا پاکستان ان کو مل گیا اب میرا کام ختم ہوا اب مسلمانوں کو اختیار حاصل ہے کہ جس طرح چاہیں نظام قائم کریں چونکہ پاکستان میں اکثریت مسلمانوں کی ہے تو اس کے سوا دوسری صورت ہو ہی نہیں سکتی کہ یہاں اسلامی ریاست قائم ہو۔

علامہ عثمانیؒ اور سیاست

اس میں شک نہیں کہ علامہ عثمانیؒ تحریک پاکستان کے صف اول کے رہنماؤں میں تھے اور مسلم لیگ کے سرکردہ حضرات بوقت ضرورت حضرت مولانا عثمانی صاحبؒ سے مشورے لیا کرتے تھے جس سے علامہ عثمانیؒ کی علمی اور سیاسی صلاحیتوں کا پتہ چلتا ہے۔

شہید سہروردی کی رائے

پاکستان کے وزیر اعظم مسٹر سہروردیؒ نے علامہ عثمانیؒ کے سیاست دان ہونے کو حسب ذیل الفاظ میں تسلیم کیا ہے۔

"مولانا کی شخصیت زہد و تقویٰ، علمی فضیلت اور سیاسی بصیرت کا اجتماع وہ علوم دینیہ اور قانون شرعیہ کے متبحر عالم تھے اس کے ساتھ ساتھ انہیں جدید رجحانات کا بدرجہ اتم احساس تھا اور وہ واحد انسان تھے جو موجودہ زمانے کے تقاضوں اور الجھنوں کا اسلامی افکار کی روشنی میں حل بتا سکتے تھے انہوں نے اسلامیان ہند کی جس انداز میں قیادت اور رہنمائی کی اسے کبھی فراموش نہیں کیا جا سکتا۔"

مولوی تمیز الدین کی رائے

فرماتے ہیں "ایک دفعہ میں اور مسٹر لیاقت علی خاں ایک خاص اہم سیاسی معاملہ میں پریشان تھے کہ اس کو کس طرح حل کیا جائے جب کچھ سمجھ میں نہ آیا تو ہم علامہ شبیر احمد عثمانی کی خدمت میں پہنچے اور ان سے اس معاملہ میں استصواب کیا مولانا نے سنتے ہی فوراً اس گتھی کو سلجھا کر رکھ دیا اور ہم مطمئن ہو کر واپس لوٹے جس سے ہمیں بہت خوشی ہوئی۔

علامہ عثمانیؒ کی سیاسی اور مذہبی خدمات کا احاطہ اس مقالہ میں کرنا مشکل ہے۔ اللہ تعالٰی نے ان سے ہر محاذ پر خدمت لی لیکن تحریک پاکستان میں ان کی جد و جہد اور کوشش اہل پاکستان پر بہت بڑا احسان ہے جس کا صلہ تو اللہ تعالٰی کی ذات ہی ان کو دے دی گئی۔ اب کی تعریف میں توصیفی کلمات کہنے یا ان کے نام سے جلسے کرنے سے ان کی ذات کو تو اس سے کوئی فائدہ حاصل نہ ہوگا، لیکن ہمارا فرض ہے کہ ہم اپنے محبوب قائد اور عظیم اسلامی مفکر کے مشن کو نہ بھولیں انہوں نے جس مقصد کے لیے تحریک پاکستان کی قیادت کی اور ضعف اور کمزوری میں ملک میں دورے کر کے ملک کو آزادی بخشی اور اس کے بعد اس آزادی کے عظیم مقصد کے لیے جو کوشش فرمائی اس مشن کو زندہ رکھیں اور برابر کامیابی کے لیے کوشش کرتے رہیں علامہ نے پاکستان بننے کے بعد کوئی دنیوی فائدہ حاصل نہیں کیا اگر وہ چاہتے تو اپنے لیے بہت کچھ دنیوی ساز و سامان اور عہدہ و منصب حاصل کر سکتے تھے لیکن علامہ نے آخری وقت تک درویشانہ زندگی گزاری اپنے لیے کوئی ایک مکان بھی حاصل نہ کیا بلکہ وفات تک مستعار لیے ہوئے کمروں میں مقیم رہے اور آخر خالی ہاتھ اس دنیا سے تشریف لے گئے، لیکن ہم نے ان کی خدمت کی قدر نہیں کی ان کی وفات کے بعد ہم نے ان کو اس طرح بھلا دیا کہ گویا ان کی خدمات ہی کوئی نہیں اور آج تک کسی سربراہ مملکت کو اس کی توفیق نہیں ہوئی کہ ان کے یوم وفات پر ان کی قبر پر کم از کم فاتحہ خوانی کی رسم پوری کرنے کے لیے جاتا اور ان کی خدمات کے صلے میں ضروری تھا کہ ان کی قبر کے پاس ایک عظیم دینی ادارہ قائم ہوتا جس سے ان کی روح خوش ہوتی اس کے برعکس ان کی قبر کے اوپر کالج کی عمارت ہے اور کسی شخص کو علامہ عثمانی کی قبر کا علم بھی نہیں ہوتا کہ ان کی قبر کس جگہ ہے اور جن لوگوں کو علم ہے وہ بھی باآسانی قبر پر نہیں جا سکتے کیونکہ کالج کے بند ہونے کے بعد اندر داخل ہونے کا کوئی راستہ نہیں۔ اللہ تعالٰی نے جنرل محمد ضیاء الحق کو یہ توفیق بخشی کہ ملک کے سربراہ ہونے کی حیثیت سے علامہ صاحب کی قبر پر تشریف لے گئے انہوں نے اس وقت فوری طور پر اس کے متعلق کچھ احکامات بھی جاری کیے لیکن وہ صرف حکم ہی ہوا اب تک اس معاملہ میں کوئی عمل نہیں ہوا۔ ہم اس مضمون میں موجودہ حکومت سے اس بارے میں تین باتیں کرنے کے متعلق عرض کریں گے۔

(۱) علامہ صاحب کی یاد میں (جیسا کہ ان کی خواہش تھی) دارالعلوم دیوبند کی سطح

بقیہ: محنت کش اور اسلام

مالداروں کے زائد اموال ان سے چھین کر مہاجر فقراء میں تقسیم کر دیتا۔
(محلی ص ۱۵۸ ج ۶)

اس کا واضح مطلب یہ ہے کہ اگر معاشرہ کسی وقت اس نوعیت کی تباہ کن صورت حال سے دوچار ہو جائے تو معیار زندگی میں برابری اور دولت و ذرائع دولت کی تقسیم میں مساوات کے اصول کو دائرہ عمل میں لانے کے لیے اصحاب ثروت کے زائد اموال کو ضبط بھی کیا جا سکتا ہے خلاصہ کلام یہ کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے محنت اور محنت کش کی عظمت کو نہ صرف تسلیم کیا بلکہ معاشرہ میں محنت کشوں کو تمام طبقوں کے برابر معیار زندگی کی ضمانت دی اور دولت کے قومی ذرائع سے ہر شہری کے برابر مستفید ہونے کے حق کو اصول قرار دیا اور یہ انسانی معاشرت کے ایسے فطری اور محکم اصول ہیں جن سے بہتر اصول اور کوئی نظام پیش نہیں کر سکتا۔ آخر میں ہم اپنی گذارشات کا اختتام امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد گرامی پر کرنا چاہتے ہیں کہ

> اللہ تعالیٰ نے اغنیاء کے مالوں میں فقراء کا اتنا حق رکھا ہے جس سے ان کی ضروریات کی کفایت ہو سکے۔ پس اگر فقراء بھوکے رہیں یا ننگے ہوں یا اپنی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے مشقت کا شکار ہوں تو یہ اغنیاء کی بے پرواہی اور ان کی طرف سے فقراء کے حقوق میں کوتاہی کے باعث ہو گا اور ایسے اغنیاء اللہ تعالیٰ سے محاسبہ اور عذاب کے مستحق ہیں۔

(المحلی لابن حزم ص ۱۵۶ ج ۶)

بقیہ: علامہ عثمانی

کا ایک دینی ادارہ قائم کیا جائے۔

۲۔ ان کے مزار کو کالج سے علیحدہ کیا جائے اس کی صفائی کا سرکاری سطح پر انتظام کیا جائے۔

۳۔ ان کا یوم وفات سرکاری سطح پر منایا جائے۔

بقیہ: اسلم قریشی

ڈویژن کے دورے پر ہیں۔ اور بازیابی کی جدوجہد کے لیے عوام اور دینی جماعتوں کو متحد اور منظم کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

جدوجہد کے تقاضے

مجلس عمل کے رہنماؤں کا کہنا ہے کہ ہمارا مقصد ملک میں فساد پھیلانا نہیں بلکہ مولانا محمد اسلم قریشی کی پرامن بازیابی ہے لیکن پولیس کا رویہ منفی ہے اور وہ ہماری نشاندہی کے باوجود قادیانیوں اور ان کے سربراہ مرزا طاہر احمد کو شامل تفتیش نہیں کر رہی۔

ہم سمجھتے ہیں کہ یہ "ٹسٹ کیس" ہے اگر آج اسلم قریشی کا کیس ہضم ہو گیا تو کل قادیانی جارحیت کے سامنے پورا ملک بے بس ہو گا۔ کسی عالم دین کی جان محفوظ نہیں ہو گی۔ اس لیے اس کیس کو ہضم نہیں ہونے دیا جائے۔

مجلس عمل کے رہنماؤں نے ملک بھر کے تمام مکاتب فکر کے علماء سے اپیل کی ہے کہ وہ قادیانی جارحیت کا مقابلہ کرنے اور مولانا محمد اسلم قریشی کی بازیابی کے لیے متحد ہو جائیں۔

مجلس عمل کا مطالبہ یہ ہے کہ سیالکوٹ کے ڈپٹی کمشنر اور ایس پی کو تبدیل کیا جائے اور تفتیش کا کیس سیالکوٹ پولیس سے واپس لے کر کرائمز برانچ کے حوالے کیا جائے۔

بقیہ: اداریہ

آج پورے ملک کی نگاہیں اس کنونشن کی طرف مبذول ہیں عوام اور سیاسی عناصر دیکھ رہے ہیں کہ علماء حق کا یہ عظیم قافلہ اس نازک مرحلہ میں قوم کی رہنمائی کے لیے کیا لائحہ عمل تجویز کرتا ہے یقیناً کنونشن کے فیصلے ملک کی سیاسی تاریخ میں ایک اہم موڑ ثابت ہوں گے۔

علماء حق کے اس قافلہ نے جب بھی قومی سیاست میں پیش قدمی کی ہے سیاست کو ایک نیا رخ دیا ہے، نیا ولولہ دیا ہے اور نیا جوش بخشا ہے۔

آج بھی علماء حق اپنا تاریخی کردار ادا کرنے کے لیے تیار ہیں یہ درست ہے کہ اپنے ہی بزرگوں، دوستوں اور ساتھیوں کا ایک حصہ آج ہمارا ہم قدم نہیں ہے۔ ہمیں اس کا دکھ ہے، صدمہ ہے، افسوس ہے اور ہمارے دل اپنے ان بزرگوں اور دوستوں کی رفاقت کے لیے بے چین ہیں لیکن صدمہ، دکھ اور افسوس کے یہ وار ہمارے قدموں کی زنجیر نہیں بن سکیں گے۔

ہماری یہ خواہش ہے کہ ہمارے یہ نیک دل اور جوش و جذبہ سے معمور بزرگ اور ساتھی اپنے گھر واپس آ جائیں۔ ہم انہیں مخلص مگر غلط فہمی کا شکار سمجھتے ہیں ان کی نیک نیتی پر یقین رکھتے ہیں اور ان کی واپسی کے منتظر ہیں۔

ہم جانتے ہیں کہ ایم۔ آر۔ ڈی کے باہمی خلفشار اور دینی مسلمات کے خلاف اس اتحاد کے قائدین کی بیان بازی سے ہماری طرح ان بزرگوں کے دل بھی دکھی ہیں۔ غلط فہمیوں کے بادل چھٹ رہے ہیں اور ہمیں وہ دن دور نظر نہیں آتا جب ہم سب پھر پہلے کی طرح متحد ہو کر اپنے دینی و قومی مقاصد کی طرف پیش قدمی کر سکیں گے۔

عبداللہ ... ۲ اپریل ۱۹۸۳

مولانا سعید الرحمٰن علوی

قوم وحدتِ فکر اور وحدتِ قانون سے محروم ہے

بسم اللہ تعالیٰ

برادر عزیز زاہد بلند شہری صاحب
سلمکم و عافاکم

سلام مسنون

غالباً تین دن قبل آپ اور مخدومی مولانا حمید الرحمٰن صاحب کی موجودگی میں برادر عزیز مولانا زاہد الراشدی نے ترجمان اسلام کے اپریل ۸۳ء کے ابتدائی شمارہ کے لئے مرکزی کنونشن کی مناسبت سے احقر کو ایک مقالہ کے لئے کہا تھا۔

ان کی خواہش کے مطابق ممکن ہے میرے جیسا غیر سیاسی کارکن وقت کی رفتار کا صحیح جائزہ نہ لے سکا ہو اور نہ ہی صحیح تجزیہ کر سکا ہو، لیکن بہرحال جو ممکن ہے وہ لف ہذا ہے۔ ممکن ہے کہ کہیں تلخی کا سامان ہو اور کوئی دوست یا بزرگ مخصوص حالات کے حوالہ سے مجھے مجرم بھی قرار دے ڈالے لیکن میں نے دیانتداری کے ساتھ اکابر و اصاغر کے مقام و مرتبہ کا لحاظ رکھ کر یہ سطور سپرد قلم کی ہیں جنہیں ایک دکھی دل کی صدا اور مخلص احباب کے لیے پیغام کا عنوان دینا زیادہ مناسب ہے۔

آپ کا علوی ۱۲۔ اے شاہ جمال لاہور

پاکستان کو معرض وجود میں آئے ۳۶ برس ہونے کو ہیں۔ (تین ماہ بعد چھتیس برس پورے ہو جائیں گے) لیکن نہ تو یہاں آج تک اسلامی نظام کے نفاذ کا خواب شرمندۂ تعبیر ہو سکا نہ اس ملک کو سیاسی استحکام حاصل ہو سکا اور نہ ہی یہاں عدل و شرافت کا ماحول نصیب ہوا۔ سوچیں اس عرصہ میں چار بار مارشل لاء نافذ ہوا اور اب جبکہ یہ سطور قلم بند کی جا رہی ہیں، تو مارشل لاء ہی ہمارے سر پر مسلط ہے۔ کسی ملک میں چار بار مارشل لاء کا نفاذ جبکہ اس کی عمر محض ۳۶ برس ہو، انتہائی بدنصیبی اور بدبختی کی بات ہے۔ پہلا مارشل لاء ۱۹۵۳ء میں اس وقت نافذ ہوا (گو کہ یہ جزدی تھا) جب امتِ مسلمہ بالخصوص پنجاب کے جیالے اور غیرت مند مسلمان مرزا غلام احمد قادیانی کی ذریت کے مکروہ عزائم کو ناکام بنانے کے لئے میدانِ خطر میں کود پڑے۔ افسوس کہ مسلم لیگی حکومت نے ان بلانوشانِ محبت کو پہلے تو غیر فوجی گولی سے نمٹنے کی تدبیر کی اور اس میں ناکام ہو کر فوجی گولی کا سہارا لیا۔ اس کے پانچ چھ برس بعد دوسرا اور ملک گیر مارشل لاء

وہ تھا جس کے پس پردہ سکندر مرزا جیسے رسوائے زمانہ بیورو کریٹ کا ہاتھ تھا لیکن وہ جلد ہی اپنے نمک خوار ایوب خان مرحوم کے حاکمانہ غرور کا شکار ہو کر خمر و خنزیر کی دنیا میں پہنچ گیا۔ یہ دور چار سال کے قریب جاری رہا اور اس کے بعد ایوب خان نے ملک کو جو نظام دیا، وہ نیم مارشل لاء قسم کا نظام تھا تا آنکہ یحییٰ خان اُن کے جانشین کے طور پر آئے اور تیسرا مارشل لاء ہمارے سر پر مسلط ہو گیا۔ یحییٰ خان آغا اور قزلباش کے ناطے سے اس سبائی تحریک کے ایجنٹ تھے جو اسلام کے صدر اول سے امتِ مسلمہ کے مسائل کا سبب و باعث رہی ہے۔ انہوں نے مارشل لاء کی چھتری تلے انتخابات کرائے جنہیں سادہ لوحوں نے صحیح اور درست انتخاب قرار دیا، لیکن خان عبدالقیوم خان اور مسٹر بھٹو جیسے لوگوں سے اس کی درپردہ ملاقاتیں جو رنگ لائیں اس نے سبائی ذہنیت کا ایک بار پھر ثبوت فراہم کر دیا اور ملک دو ٹکڑے ہو گیا۔ اس سیشن پر ہم مشرقی حصہ سے محروم ہو گئے اور مغربی حصہ کے سربراہ عوامی مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر مسٹر بھٹو قرار پائے جنہوں نے غیر سے ۱۰۴ منتخب بحران اسمبلی (؟) سے مارشل لاء جاری

رکھنے کا پروانہ اپنی جیب میں رکھ کر ان ممبران اسمبلی کے منہ پر طمانچہ رسید کرکے مارشل لاء اٹھانے کا اعلان کر دیا اور پھر عوامی راج کے نام پر جو کچھ کیا اس کی صدائے بازگشت مدتوں سنی جاتی رہے گی۔ بھٹو گردی نے ملک کی مختلف الفکر اور مختلف الخیال جماعتوں کو قومی اتحاد کی لڑی میں پرو دیا۔ اس دور کی پی۔پی۔پی کے خطیب اعظم جناب کوثر نیازی وَكَانَ فِي الْمَدِينَةِ تِسْعَةُ رَهْطٍ يُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ کی پھبتی اس اتحاد پر کستے، لیکن واقعہ یہ تھا کہ اس اتحاد نے تاریخی کارنامہ سرانجام دیا اور پوری قوم کو اپنی مٹھی میں لے لیا، لیکن یہ بات غلط نہ ہوگی کہ مختلف الفکری اور مختلف الخیالی نے اس کنبہ کو منتشر کرکے رکھ دیا اور بعض لیڈروں کی خود غرضی، خود رائی، سازشی اور منافقانہ سرشت اور اس قسم کے عوامل نے پی۔پی۔پی۔ قومی اتحاد۔ مذاکرات ناکام کرا دیے۔ اور موجودہ "بڑا صالح مارشل لاء" نافذ ہو گیا۔ وقت کی مصلحتیں قلم کو روک لیں اور زبان کو گنگ کر دیں، تو یہ الگ مسئلہ ہے، ویسے مستقبل کا مورخ اس لیڈر شپ کو شاید ہی معاف کرے جس نے عوامی حقوق اور جمہوریت کی جنگ لڑتے لڑتے فوجی جنتا کو مرحبا کہنا شروع کر دیا۔ ان سطور کے راقم کی محدود معلومات کی حد تک لاہور لاہور میں فوجی حکمرانوں کی آمد کی خوشی میں سات سو حلوہ کی دیگیں پکیں جبکہ مٹھائی وغیرہ کا مسئلہ الگ ہے۔ اس طرزِ عمل کو جمہوریت کہا جائے؟ عوامی حقوق کا نام دیا جائے یا کیا کہا جائے؟ اب تک بھی مصلحتوں کے دبیز پردے حقائق کے انکشاف میں رکاوٹ ہیں، لیکن تابکے —؟ اس حادثہ کے بعد دوسرا حادثہ اتحاد کے توڑ پھوڑ کا تھا۔ ایئر مارشل اصغر خان جنہیں اس ملک کا سب سے بڑا سیاست دان ہونے کا زعم ہو چکا تھا اور جن کی پارٹی میں مخصوص قسم کے عناصر کی بھیڑ تھی، وہ ایران کیا گئے کہ ان کی دنیا ہی بدل گئی اور انہوں نے عوامی قربانیوں کا سب سے پہلے خون کرکے علیحدگی کا خوفناک راستہ اختیار کیا۔ اس کے بعد ان کے اسمی امام لیکن فی الحقیقت مرید باصفا اور مقتدی نورانی میاں کو جہ اتحاد سے رخصت ہو گئے۔ نورانی میاں کا تجزیہ بھی ابھی ہونا باقی ہے کہ وہ یکا یک یہ سب کیسے میدان میں آئے؟ عالمی سطح پر تبلیغ اسلام کا فرض پس پشت ڈال کر میدان سیاست کی گرم بازاری پر انہیں کس نے ابھارا؟ اپنی جماعت کے بعض گرامی مرتبت بزرگوں مثلاً خواجہ قمرالدین صاحب سیالوی مرحوم وغیرہ کی جماعتی خدمات کا لحاظ کئے بغیر ان کو کیوں چلتا کیا؟ اور اس وقت سے لے کر اب تک مذہبی منافرت اور فرقہ واریت کا الاؤ بھڑکانے کے اسباب کیا ہیں؟ اور نورانی میاں اس راستہ پر کیوں چل رہے ہیں جس کی آگ بہت جلد خود ان کو بھی بھسم کر کے رکھ دے گی —؟ سواد اعظم (؟) کا دفتی غوغا حقیقتوں کے بیان میں یقیناً مانع ہے، لیکن ان کے بزرگوں کی انگریز دوستی، تکفیر، تفریق مسلمین کی روح جس شدت سے نورانی میاں میں حلول کر آئی ہے۔ اس پر گفتگو ہوگی اور یقیناً — فانتظروا —

اصغر و نورانی کے بعد مسلم لیگ مارشل لاء کے چرنوں میں جا بیٹھی — قومی اتحاد کی لیڈر شپ کو پوچھا تک نہیں۔ علیحدہ بھی نہ ہوئی اور شامل بھی ہو گئی۔ مسلم لیگ کا یہ طرزِ عمل حیران کن نہ تھا۔ یہ طائفۂ مقدسہ پیدا ہی اس مقصد کے لئے ہوا تھا۔ امیر شریعت قدس سرہٗ نے "کرسی بہ کرسی" کا مسئلہ انہیں کے لئے ارشاد فرمایا تھا۔ انہیں بہرحال کرسی مطلوب تھی۔ وہ جنرل اڈوائر کے دربار کی ہو یا سکندر و خضر کے محل سرا کی۔ جناب محمد علی جناح کی رفاقت ہو یا ڈاکٹر خان صاحب کی نوکری۔ اس کے بعد ایوب ہو یا بھٹو یا پھر دور حاضر کے نیک دل (؟) حکمران۔ ہمیں بہرحال کرسی مطلوب ہے — کوچۂ رقیب میں سر کے بل جانا پڑے تو بھی جائیں گے، لیکن کرسی کی لذت سے محرومی باعث عذاب ہے۔

مسلم لیگ کے بعد جماعت اسلامی کے ارباب بست و کشاد کے منہ سے رالیں ٹپکنے لگیں۔ اس جماعت کے قائد نے جس نظام کو طاغوت کہا تھا اس نظام کا چارج لینے کے لئے انہوں نے اپنے اندازِ فکر میں کیا کیا تبدیلیاں نہ کیں۔ اس داستان تلخ کو چھوڑیں، واقعہ یہ ہے کہ آدمی اپنے مقاصد سے ہٹ کر گرتا ہے اور اتنا کہ اسفل السافلین اس کی منزل ہو کر رہ جاتی ہے۔ ان کی زندگی کا چراغ گل ہونے کے قریب آ گیا لیکن بسلائے جمہوریت کے یہ مجنون مہجوری کا شکار رہے حتیٰ کہ بقول ایک جماعتی دوست محرومی کا غم غلط کرنے کو منصورہ کا سیکرٹریٹ بسایا گیا، لیکن ضیاء الحق جیسا اسلام پسند حکمران (؟) برسر اقتدار آیا، تو امیر جماعت سے ان کی عزیزداری کی کہانیاں سامنے آنے لگیں تاآنکہ قوم نے سن لیا کہ جماعت طاغوتی نظام کو مشرف بہ اسلام کرنے اسلام آباد پہنچ

زاہد بلند شہری

تعارف و تبصرہ

تذکرہ نعت گویان اردو

قیمت: ۵۴ روپے

صفحات: ۴۳۲

پبلشرز: مکہ بکس ۵ بخشی سٹریٹ متصل اردو بازار لاہور

دنیا میں شاید ہی کوئی زبان ہو گی جس میں ختمی مرتبت رسول عربی احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں کسی مسلمان شاعر نے نعت نہ کہی ہو اردو زبان کو دوسری زبانوں پر اس اعتبار سے فوقیت حاصل ہے کہ اپنی پیدائش سے اب تک کے مختصر سے عرصہ میں ان گنت شعراء کرام نے رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور بصورت نعت نذرانہ عقیدت پیش کیا ہے۔ زیر تبصرہ کتاب ان ہی نعت گو شعراء کے تذکار پر مشتمل ہے مؤلف پروفیسر سید یونس شاہ نے اس کتاب میں سیرت رسول پیش کرنے کے بعد عربی اور فارسی نعت گوئی کا مختصر سا تذکرہ کیا ہے۔ بعد ازاں دبستان دکن دبستان لکھنؤ، پنجاب شمالی ہند اور بزم دہلی کی ترتیب کے اعتبار سے نعت گو شعراء کا تذکرہ ان کے نمونہ کلام کے ساتھ کیا ہے مفتی صدر الدین آزردہ اس کتاب کے آخری شاعر ہیں۔ یہ پہلی جلد ہے بلاشبہ یہ بڑا کام ہے اس سے قبل بھی متعدد حضرات نعت گو شعراء کے بارے میں معلوماتی کتب تصنیف کر چکے ہیں۔ آرٹ کارڈ پر خوبصورت دو رنگا سرورق اور طباعت و کاغذ عمدہ ہے نعت کی ابتداء اور نعت گو شعراء کے بارے میں جاننے کے شائقین کے لیے گراں قدر تحفہ ہے۔ کتاب کی اہمیت کا اندازہ اس کے عنوان سے لگایا جا سکتا ہے۔

مطبوعات ادارہ ادب اطفال

بچے معصوم ہوتے ہیں اور ذہنی پختگی کے سن کو پہنچنے تک انہیں صحیح ذہنی تربیت کی ضرورت ہوتی ہے بچوں کی تربیت میں جہاں والدین کا حصہ ہوتا ہے وہاں ارد گرد کا ماحول اور لٹریچر بھی انہیں متاثر کرتا ہے۔

آج کے دور میں بچوں کے لیے تصنیف و تالیف کا کام کرنے والے اکثر ادارے لٹریچر کے ذریعے بچوں کی تربیت کو نظر انداز کر رہے ہیں اور انہیں دیو مالا کہانیوں میں الجھا کر اپنا کاروبار چمکا رہے ہیں۔ لیکن بچوں کا ایک ادارہ "ادب اطفال" لاہور کا اس میدان میں منفرد مقام ہے۔ یہ ادارہ بچوں کے لیے تصنیف و تالیف کا کام موجودہ روایت سے ہٹ کر کر رہا ہے۔ اس ادارے کی متعدد مطبوعات بازار میں آ چکی ہیں زیر تبصرہ چار چھوٹی چھوٹی مطبوعات:۔

۱۔ انوکھا انصاف

۲۔ لومڑی کی سزا

۳۔ فرض شناس ڈاکٹر

۴۔ پر اسرار ہار

بچوں کے لیے نہایت دلچسپ اور سبق آموز ہیں ان میں مؤلف نے کہانی کی دلچسپی برقرار رکھتے ہوئے بچوں کو اخلاقی درس دینے کی بھی کوشش کی ہے۔ ان کہانیوں کی خصوصیت ہی یہ ہے کہ یہ موجودہ "دیو مالائی روش" سے ہٹ کر لکھی گئی ہیں۔

دور حاضر میں بچوں کی تربیت مسلہ بنتی جا رہی ہے ضرورت اس امر کی ہے کہ بچوں کی ذہنی تربیت کے لیے اچھا ادب تصنیف کیا جائے اور اس سمت میں بچوں کی کہانیوں کے مؤلف جناب ظہور الدین بٹ اور ادارہ ادب اطفال لاہور کی یہ پیش رفت قابل ستائش ہے چاروں ننھی کتابیں ایک ایک روپیہ میں ادارہ ادب اطفال پوسٹ بکس نمبر ۱۶۷۳ اور ۱۳۸ ستلج بلاک علامہ اقبال ٹاؤن لاہور سے دستیاب ہیں۔

مطبوعات جماعت مبلّغین اہل سنت والجماعت گوجرانوالہ

جماعت مبلغین اہل سنت والجماعت گوجرانوالہ فقہ حنفی اور مسلک حقہ دیوبند کی صحیح خدمت سر انجام دے رہا ہے۔ اس جماعت نے اب تک مختلف موضوعات پر متعدد کتابچے پمفلٹ اور اشتہار شائع کیے ہیں ان میں سے دو کتابچوں اور پانچ بڑے اشتہاروں کا تعارف پیش خدمت ہے۔

۱۔ اہل سنت کی پہچان: یہ کتابچہ جماعت مبلغین اہل سنت والجماعت کے ایک استفسار کا جواب ہے اس میں حضرت مولانا سرفراز خاں صفدر مدظلہ العالی نے بڑی تفصیل سے لفظ اہل سنت والجماعت کی وضاحت کرنے کے ساتھ ساتھ اس بات کا بھی تسلی بخش رد کیا ہے کہ دیوبندی بزرگوں کی توہین کرتے ہیں۔ نیز ماہنامہ تجلی ۱۹۵۷ء کے پرانے شماروں سے ماخوذ دیوبند سے متعلق تنقیدی شعر کی بھی وضاحت کی ہے۔ اس کے علاوہ حضرت مولانا زاہد الراشدی صاحب کا ایک جواب بھی شامل ہے جس میں موصوف نے مخالفین کے اس الزام کی وضاحت کی ہے کہ علماء دیوبند قیام پاکستان کے مخالف اور انگریزوں سے ملے ہوئے تھے۔ کتابچہ کی قیمت ایک روپیہ ہے۔

۲۔ عبدالرحمٰن فیصل آبادی کی مکاریاں: اس کتابچہ کے ابتداء میں حافظ عبدالحق خاں بشیر نے مولانا عبدالرحمٰن فیصل آبادی کا اجمالی تعارف پیش کیا ہے جبکہ حضرت مولانا سرفراز خاں صفدر مدظلہ نے مولوی عبدالرحمٰن کی کذب بیانی کی قلعی کھولنے کے ساتھ ساتھ اس

کی بے بنیاد اور فضول باتوں سے عوام کو خبردار کیا ہے اور بتایا ہے کہ جو شخص ہوس پرستی کے شوق پورا کرنے کے لیے اپنا ایمان و عقیدہ دو ٹکوں کی خاطر بیچ دے اس کی بات کا کیا اعتبار! مولوی عبدالرحمٰن اب تک چار عقائد و نظریات اپنا کر چھوڑ چکا ہے اور اللہ تعالیٰ بد باطن اور عقیدہ فروشوں سے اُمت مسلمہ کو محفوظ رکھے۔ ۲۴ صفحات پر مشتمل اس کتابچہ کی قیمت ایک روپیہ ہے۔

۳۔ علم غیب خاصا خداوندی ہے: بڑے سائز کے اس اشتہار میں قرآن و سنت اور فقہا کرام کے عقیدہ علم غیب کی روشنی میں یہ ثابت کیا ہے کہ علم غیب خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا اور یہ خاصا خداوندی ہے اس اشتہار کی قیمت ایک روپیہ ہے۔

۴۔ امام کی داڑھی کی شرعی حیثیت: اس اشتہار میں قرآن و سنت نبوی ؐ کے حوالوں، صحابہ کرام کے عمل سے امام کے لیے داڑھی کی شرعی حیثیت کی وضاحت ہے۔ نیز مسلمانوں کے تمام مکاتب فکر کے علماء کے فتوے بھی اس بات کی وضاحت کرتے ہیں کہ مٹھی بھر داڑھی سے کم رکھنا خلاف سنت ہے یہ اشتہار مفت دستیاب ہے۔

۵۔ نبی کریم ؐ کی بشریت مبارکہ: یہ اشتہار حضور ؐ کی بشریت کے حق میں دلائل و براہین پر مشتمل ہے اس میں بھی قرآن کریم اور حدیث رسول ؐ کے حوالے شامل ہیں۔ اشتہار کی قیمت ایک روپیہ ہے۔

۶۔ مسئلہ حاضر و ناظر: یہ اشتہار جیسا کہ عنوان سے ظاہر ہے اس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حاضر و ناظر جاننے کی مخالفت قرآن و سنت کی روشنی میں کی گئی ہے اور ثابت کیا ہے کہ حاضر و ناظر اللہ تعالےٰ کے سوا کوئی نہیں۔ مذہبی منافرت پھیلانے والوں کے سوا تمام اُمت مسلمہ اس پر متفق ہے۔ یہ اشتہار ایک روپے میں دستیاب ہے۔

۷۔ مسئلہ مختار کل: برصغیر میں ایک گروہ یہود و نصاریٰ اور روافض کی طرح یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے تمام اختیارات تفویض کر رکھے ہیں یعنی تمام کائنات اور مخلوق کے سیاہ و سفید کا مالک بنا دیا ہے دوسرے لفظوں میں یوں کہا جا سکتا ہے کہ یہ گروہ حضور اکرم ؐ کو مختار کل جانتا ہے جو خلاف قرآن و سنت ہے۔ اس اشتہار میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کا مختار یا مختار کل نہ ہونا بیان کیا گیا ہے یہ اشتہار بھی ایک روپیہ میں دستیاب ہے۔

جماعت مبلغین اہل سنت کے مندرجہ بالا دو کتابچے اور ۵ اشتہار جامع مسجد ریحان محلہ مغلپورہ گوجرانوالہ۔ جامع مسجد مدنی فیض عقوری ۵ نور باوا گوجرانوالہ۔ جامع مسجد فضل فاروق گنج روڈ گوجرانوالہ اور مکتبہ نصرۃ العلوم نزد گھنٹہ گھر گوجرانوالہ سے دستیاب ہیں۔

مدرسہ جامعہ اشرفیہ (رجسٹرڈ) شاہکوٹ کا

اعلان پیشگی داخلہ

مدرسہ جامعہ اشرفیہ شاہکوٹ ضلع شیخوپورہ ملک کے ممتاز دینی مدارس میں سے ایک ہے جس میں قرآن مجید۔ حفظ ناظرہ۔ تجوید۔ قراءت۔ خوش خطی کی تربیت اور مکمل درس نظامی کی تدریس کا بہترین انتظام ہے۔

مستند اور تجربہ کار اساتذہ تدریس کار میں شبانہ روز مصروف ہیں مدرسہ نے اپنی انہی خصوصیات کی بنا پر طلبہ کی بڑھتی ہوئی تعداد کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے امسال پیشگی داخلہ کا انتظام کیا ہے۔ اس سال داخلہ پہلے آیئے پہلے پایئے کی بنیاد پر ہوگا۔ مدرسہ وفاق المدارس سے منسلک ہے۔

المعلن (مولانا) عبداللطیف انور

مہتمم مدرسہ جامعہ اشرفیہ (رجسٹرڈ) شاہکوٹ ضلع شیخوپورہ

شہر شہر سے

وفاقی وزیر داخلہ نے اسلم قریشی کیس میں مرزا طاہر احمد کو شامل تفتیش کرنے سے انکار کر دیا

جمعیۃ علماء اسلام پنجاب کے وفد نے مولانا محمد اسلم قریشی کے اغواء کے سلسلہ میں سیالکوٹ کا دورہ کیا وفد مولانا زاہد الراشدی مولانا بشیر احمد شاد۔ مولانا عبداللطیف انور مولانا حامد علی رحمانی۔ مولانا حافظ محمد احمد اور غلام نبی پر مشتمل تھا۔

وفد نے سیالکوٹ کی مجلس عمل کے ارکان سے ملاقات کی اور حالات کا جائزہ لیا۔ سیالکوٹ کے دورہ کے بعد مولانا بشیر احمد شاد ناظم جمعیۃ علماء اسلام پنجاب نے دورہ کے تاثرات بیان کرتے ہوئے کہا کہ مولانا محمد اسلم قریشی کو اغواء ہوئے آج ایک ماہ سے زائد عرصہ ہو چکا ہے لیکن ابھی تک پولیس کسی قسم کا سراغ لگانے میں کامیاب نہیں ہو سکی۔ ملزموں کو گرفتار کرنے کی بجائے پولیس نے مولانا اسلم قریشی کے رشتہ داروں کو گرفتار کر لیا اور ان پر بے پناہ تشدد کیا۔ انہوں نے کہا کہ ان کے رشتہ داروں پر تشدد کرنے کی وجہ سے پورے سیالکوٹ شہر میں خوف و ہراس پھیلا ہوا ہے۔ انہوں نے کہا کہ وفاقی وزیر داخلہ محمود ہارون نے قادیانی جماعت کے سربراہ مرزا طاہر احمد کو اسلم قریشی کی بازیابی کے سلسلے میں کی جانے تفتیش میں شامل کرنے سے انکار کر دیا ہے حالانکہ قانون سے بالا کوئی بھی نہیں ہے۔

اسلم قریشی اغواء کیس میں قادیانی جماعت بری الذمہ قرار نہیں دی جا سکتی

جمعیۃ تحفظ حقوق اہل سنت پاکستان کے مرکزی صدر خان عبدالصمد خاں سیکرٹری جنرل عبدالحفیظ بھیروی اور سیکرٹری اطلاعات محمد زاہد نے ایک مشترکہ بیان میں حکومت سے مطالبہ کیا ہے کہ ختم نبوت کے مبلغ مولانا اسلم قریشی کو فی الفور برآمد کر کے اغواء کنندگان پر کھلی عدالت میں مقدمہ چلایا جائے انہوں نے کہا کہ اغواء کے کیس میں قادیانی جماعت کو بری الذمہ قرار دینا اسلام دشمن تنظیم کی خلاف اسلام سرگرمیوں کو تقویت پہنچانے کے مترادف ہے۔

صدر مملکت اسلم قریشی کی بازیابی میں خود دلچسپی لیں

نظام العلماء فیصل آباد کا اجلاس

زیر صدارت قاری محمد ابراہیم صاحب منعقد ہوا۔ اجلاس میں جماعتی تنظیمی امور پر غور و فکر ہوا۔ اور درج ذیل قرار دادیں منظور ہوئیں۔

۱۔ نظام العلماء فیصل آباد کا یہ اجلاس صدر مملکت جنرل محمد ضیاء الحق سے پر زور مطالبہ کرتا ہے کہ وہ ذاتی دلچسپی لے کر مبلغ ختم نبوت مولانا محمد اسلم قریشی کی پُراسرار گمشدگی کا معمہ حل کریں۔ قرار داد میں کہا گیا ہے کہ مولانا محمد اسلم قریشی کی گمشدگی قادیانیوں کی سوچی سمجھی سکیم کا نتیجہ ہے۔ اس لیے مولانا کی تلاش کے لیے مرزائی سربراہ مرزا طاہر احمد کو شامل تفتیش کیا جائے۔

اجلاس میں اس بات پر تعجب اور افسوس کا اظہار کیا گیا کہ حالیہ غیر جانبدار تحریک کے اجلاس میں دہلی میں کسی بھی مسلمان سربراہ اور خصوصاً صدر مملکت پاکستان جنرل محمد ضیاء الحق نے بھارتی حکومت سے احتجاج تو درکنار بھارت میں مسلمانوں پر ظلم و ستم اور قتل عام آتشزدگی لوٹ مار اور فرقہ وارانہ فساد کا ذکر نہیں کیا۔

۴۔ یہ اجلاس مولانا عبید اللہ انور مدظلہ اور مولانا حبیب گل صاحب کی کالعدم جمعیۃ علماء اسلام کے دونوں گروپوں میں اتحاد کرانے کی کوششوں کا خیر مقدم کرتا ہے۔

۵۔ نظام العلماء کا یہ اجلاس نظام العلماء فیصل آباد کے ممتاز کارکن اور سابق سالار جناب صوفی ضیاء الدین صاحب کے برادر اکبر محمد ارشد کی وفات حسرت آیات پر گہرے رنج و غم کا اظہار کرتا ہے اور مرحوم کے لیے دعائے مغفرت کرتا ہے۔ اللہ کریم مرحوم کے درجات بلند فرمائے اور پس ماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ (آمین)

اسلم قریشی کی گمشدگی میں جماعت ربوہ کا ہاتھ ہے

جامع مسجد مدنیہ نیا شہر لودھراں ضلع ملتان کے جمعۃ المبارک کے اجتماع میں مجلس تحفظ ختم نبوت سیالکوٹ کے مبلغ مولانا محمد اسلم قریشی کی گمشدگی پر گہرے افسوس کا اظہار کرتے ہوئے حکومت پاکستان سے پرزور مطالبہ کیا گیا کہ موصوف کی بازیابی کے لیے ہیڈ آف دی جماعت ربوہ مرزا طاہر احمد کو گرفتار کیا جائے کیونکہ مولانا موصوف کی گمشدگی میں مرزائیوں کا صرف ہاتھ ہی نہیں بلکہ ان کی سازش کا نتیجہ ہے۔ بصورت دیگر مسلمانان پاکستان مجلس عمل تحفظ ختم نبوت پاکستان کے قائدین کے حکم پر کسی قربانی سے دریغ نہیں کریں گے۔ اور اس کی ذمہ داری حکومت اور مرزائیوں پر ہوگی۔

اسلم قریشی کی گمشدگی پر اظہار تشویش

درج ذیل قرارداد گزشتہ جمعہ کے عظیم اجتماعات میں جامع مسجد نارد تبیہ جامع مسجد گنبد والی جہلم۔ جامع مسجد خاتم النبیین مکی مسجد۔ مدنی جامع مسجد اڈہ لاریاں۔ جامع مسجد بلال ماڈل کالونی۔ مدنی جامع مسجد مسلین محلہ ۳ و دیگر مساجد شہر جہلم و مضافات میں بالاتفاق رائے پاس ہوئی۔

قرارداد۔ یہ اجتماع مولانا محمد اسلم قریشی مبلغ ختم نبوت سیالکوٹ کی مسلسل گمشدگی پر انتہائی تشویش اور اضطراب کا اظہار کرتا ہے اور اسے قادیانیوں کی سوچی سمجھی سکیم کا حصہ قرار دیتے ہوئے حکومت سے مطالبہ کرتا ہے کہ ان کی بازیابی کے لیے فوری اقدامات کیے جائیں۔ یہ اجتماع واضح کر دینا چاہتا ہے کہ مولانا محمد اسلم قریشی کی بازیابی میں تاخیر سے اضطراب و اشتعال کی لہر پورے ملک کو لپیٹ میں لے لے گی۔ اور اس صورت حال کو کنٹرول کرنا کسی کے بس میں نہیں رہے گا۔

اسلم قریشی کی گمشدگی کے سلسلے میں مرزا طاہر احمد سے بازپرس کی جائے

ٹنڈو آدم مجلس تحفظ ختم نبوت کے رہنماؤں مولانا احمد میاں حمادی۔ محمد عرفان قادری نے ایک مشترکہ بیان میں کہا کہ یہ کس قدر افسوس ناک بات ہے کہ مولانا محمد اسلم قریشی کا سراغ لگانے میں پولیس ناکام ہے۔

انہوں نے کہا اگر مرزا طاہر کو گرفتار کر کے اس سے بازپرس کی جاوے تو یقیناً مولانا کا سراغ مل سکتا ہے۔ انہوں نے گورنر پنجاب اور آئی جی پنجاب پولیس سے مطالبہ کیا کہ محمد اسلم قریشی کے معاملہ میں جس سستی اور کاہلی کا مظاہرہ کیا جا رہا ہے ضلعی انتظامیہ سے اس کا سختی سے نوٹس لیا جائے اور اس کے پس منظر کا جائزہ لیا جائے تاکہ حقائق سامنے آسکیں۔ انہوں نے کہا کہ مولانا موصوف کے غم زدہ لواحقین کو پریشان کرنا بھی قادیانی سازش میں انتظامیہ کے ملوث ہونے کی غمازی کرتا ہے۔ اس کی غیر جانبدارانہ اور خفیہ تحقیق کرانی چاہیے۔

آسام میں مسلمانوں کا قتل عام بند کرایا جائے

گزشتہ دنوں جمعیۃ علماء اسلام کراچی ڈویژن کا ایک اہم اجلاس ہوا جس میں مولانا حسن المآب شاہ صاحب۔ مولانا فداء الرحمٰن صاحب۔ صوفی عبدالحنان صاحب۔ حضرت ولی صاحب۔ محمد عثمان الوری صاحب۔ ڈاکٹر عبدالباسط مولانا محمد عمر قریشی قاری نور محمد سندھی حاجی یوسف گلفام خطیب پاکستان حاجی یعقوب ہریانی۔ غلام مصطفٰے فاروقی و دیگر حضرات نے شرکت کی اجلاس میں مندرجہ ذیل قراردادیں منظور کی گئیں۔

۱۔ آسام میں مسلمانوں کے بے دردی سے قتل عام پر گہری تشویش کا اظہار کیا گیا کہ بھارت پر دباؤ ڈال کر بے گناہ مسلمانوں کا قتل عام بند کرائیں۔

۲۔ ایم۔ آر۔ ڈی کی اس قرارداد کی مذمت کی گئی جس میں کہا گیا کہ عورتوں کو گھروں میں مقید کرنے کی بجائے مردوں کے شانہ بشانہ آزادی دی جائے اور بے پردہ خواتین مظاہرہ کرنے والیوں کا یقین دلایا گیا اور اس کا ایم آر ڈی میں شامل علماء کرام نے کوئی نوٹس نہیں لیا۔ ہم ایم۔ آر۔ ڈی میں شامل علماء کرام سے مطالبہ کرتے ہیں کہ فی الفور قرآن و سنت کے مخالف قرارداد کا نوٹس لیں ورنہ اس لادینی ٹولہ سے علیحدہ ہو جائیں۔

۳۔ سواد اعظم اہل سنت پاکستان کے تمام مطالبات فی الفور تسلیم کیے

کیے جائیں۔

۵۔ ملک میں بڑھتی ہوئی لاقانونیت، رشوت ستانی۔ ڈاکہ زنی اور مہنگائی پر گہری تشویش کا اظہار کیا گیا۔

رپورٹ

غلام مصطفےٰ فاروقی

کارروائی اجلاس مجلس عاملہ وفاق المدارس العربیہ

گزشتہ دنوں زیر صدارت حضرت مولانا محمد ادریس صاحب مدظلہ مدرسہ اشرفیہ سکھر میں وفاق المدارس العربیہ پاکستان کی مجلس عاملہ کا اجلاس منعقد ہوا جس میں مندرجہ ذیل اراکین عاملہ شریک ہوئے۔

۱۔ صدر الوفاق مولانا محمد ادریس صاحب کراچی۔

۲۔ ناظم اعلیٰ وفاق مولانا سلیم اللہ خاں صاحب کراچی۔

۳۔ مولانا مفتی زین العابدین صاحب فیصل آباد۔

۴۔ مولانا مفتی احمد الرحمان صاحب کراچی

۵۔ مولانا محمد رفیع صاحب عثمانی کراچی

۶۔ مولانا محمد ایوب جان بنوری پشاور

۷۔ مولانا قاضی عبدالکریم صاحب کلاچی ڈیرہ اسماعیل خاں۔

۸۔ مولانا فیض احمد صاحب ملتان

۹۔ مولانا مفتی غلام قادر صاحب خیرپور ٹامیوالی۔

۱۰۔ مولانا حبیب اللہ صاحب ساہیوال۔

۱۱۔ مولانا عبدالواحد صاحب کوئٹہ

۱۲۔ مولانا مفتی محمد انور شاہ صاحب ملتان۔

۱۳۔ مولانا غلام محمد صاحب کولاب جبل سندھ

۱۴۔ مولانا محمد جمیل خاں صاحب کراچی۔

تلاوت کلام پاک مولانا مفتی احمد الرحمٰن صاحب نے کی۔

مفتی محمد انور شاہ صاحب نے گزشتہ اجلاس عاملہ کی کارروائی سنائی۔ سابقہ کارروائی کی درج ذیل توضیحات کے ساتھ توثیق کی گئی۔

۱۔ طے پایا کہ وفاق سے ملحق مدارس اور ممتحنین درجہ حفظ کو اس فیصلے سے آگاہ کیا جائے کہ وفاق کسی فاسق معلن کا (مثلاً داڑھی اگر مسنون مقدار سے کم ہو) امتحان نہیں لے گا نہ اس قسم کے حافظ قرآن کو وفاق سند جاری کرے گا۔

۲۔ سالانہ امتحان درجہ ناظرہ میں اول، دوم، سوم آنے والے طلبہ کے پرچے محفوظ رکھے جائیں۔

۳۔ درجہ حفظ کے امتحان میں حفظ قرآن کے ساتھ ساتھ نماز، وضو کے ضروری مسائل کا بھی امتحان لیا جائے۔ ممتحنین نمبر لگاتے وقت حفظ تصحیح حروف اور نماز کے ضروری مسائل کو ملحوظ رکھیں اور ان جملہ امور کو ملحوظ رکھ کر مجموعی نمبر لگائیں۔

۴۔ گزشتہ سال ۱۴۰۲ھ کے حفاظ میں اگر کوئی فاسق معلن ہے۔ مثلاً داڑھی منڈانے والا یا کٹانے والا وغیرہ تو مہتمین ایسے حفاظ کو اسناد جاری نہ کریں۔

۵۔ یونیورسٹی گرانٹس کمیشن کے منظور کردہ نام سند شہادت العالمیہ فی العلوم العربیہ والاسلامیہ کو منظور کرتے ہوئے سابقہ عاملہ کی کارروائی میں ترمیم ہوئی۔

۶۔ وفاق سے ملحق مدارس کے سابقہ سالوں کے حفاظ بھی درجہ حفظ کے امتحان میں شریک ہو سکتے ہیں۔

طے پایا کہ وفاق کی مجلس شوریٰ کا سالانہ اجلاس ۳۰، ۳۱ مئی ۱۹۸۳ء ۱۷، ۱۸ شعبان ۱۴۰۳ھ بروز پیر منگل مدرسہ مطلع العلوم کوئٹہ میں منعقد ہوگا۔ آئندہ اجلاس کے لیے درج ذیل ایجنڈا منظور ہوا۔

۱۔ مجلس عاملہ کی کارروائیوں کی توثیق

۲۔ معادلہ اسناد سے متعلق رپورٹ۔

۳۔ نصاب کی ترتیب جدید اور اس سے متعلق بعض دستوری ترامیم کی منظوری۔

۴۔ وفاق کے قواعد و ضوابط پر عمل درآمد اور بعض مدارس کے الحاق ختم کرنے پر غور۔

۵۔ سالانہ امتحان کی رپورٹ۔

۶۔ وفاق کو مزید موثر بنانے کے بارے تجاویز۔

۷۔ دیگر امور باجازت صدر

نصاب کمیٹی

طے پایا کہ ۱۳ شعبان ۱۴۰۳ھ ۲۶ مئی ۸۳ء بروز جمعرات جامعہ فاروقیہ کراچی میں نصاب کمیٹی کا اجلاس منعقد ہوگا جس میں نصاب کی ترتیب جدید اور اس سے متعلق دستور میں بعض ترامیم کو مرتب کیا جائے گا۔

مجلس عاملہ

طے پایا کہ ۱۶ شعبان ۱۴۰۳ھ ۲۹ مئی ۸۳ء بروز اتوار نصاب کمیٹی کے مجوزہ نصاب اور مرتبہ ترامیم پر غور کرنے کے لیے مطلع العلوم کوئٹہ میں وفاق المدارس العربیہ کی مجلس عاملہ کا اجلاس منعقد ہوگا۔

نصاب کمیٹی کے ارکان میں اضافہ کیا گیا اور مولانا محمد مالک صاحب اور مولانا قاضی عبدالکریم صاحب کو نصاب کمیٹی کا رکن بنایا گیا۔

باقی صفحہ ۲ پر

بقیہ: قوم محروم ہے

چکی ہے۔ خیر اس میں بھی تعجب نہ تھا اب جو ستم ہُوا وہ بڑا ہی المناک اور اندوہناک تھا۔ جن لوگوں سے قوم کو بڑی توقعات وابستہ تھیں، وہ جماعتِ اسلامی کی مبیّنہ دھمکی کا شکار ہو کر حکومت کے رائٹ ہینڈ بن گئے۔ شاہ ولی اللہؒ کی فکر کے ترجمانوں اور نوابزادہ نصر اللہ خان جیسے حضرات کے لئے مارشل لائی حکومت کی شرکت ایسا معمّہ ہے جو حل نہیں ہو پاتا۔ ہمارا ذاتی خیال یہ ہے کہ جس جمہوری نظام کے لئے ساری جنگ تھی، اس کے مقدس تابوت میں آخری میخ جمہوریت نوازوں کے ہاتھوں پیوست ہو گئی اور پھر دس ماہ بعد جب رخصتی کا وقت آیا، تو اسلامی نظام اور انتخابات کی نوید قوم نے ان کی زبان سے سنی جن کی زبان کی صداقت پر شبہ کرنا کفر تھا۔ لیکن اے بسا آرزو کہ خاک شدہ۔ ایک سال کی غیر رسمی رفاقت اور سال بھر کی رسمی رفاقت کے بعد اب جو سوچنے کا مرحلہ آیا، تو شاید ندامت نے اتنا گھیر لیا تھا کہ بات بنائے نہ بنتی تھی؛ اس لئے غیظ و غضب کے عالم میں ان سے تخت و پز ہونے لگی جو بقول آں جناب قاتل تھے، ملک دشمن تھے، ملک توڑنے والے تھے اور سب کچھ تھے۔ شاید خیال یہ ہُوا کہ جو اصل مجرم تھا وہ ایک فوجداری مقدمہ (؟) کے سبب پھانسی پا چکا ہے باقی ہماری ہی طرح مظلوم ہیں کہ وہ اندر رہ کر اس کی جھڑکیاں برداشت کرتے ہم باہر رہ کر۔ یہ باتیں سنی گئیں کہ سیاست کے پہلو میں دل نہیں ہوتا۔ اس راہ میں آج کا دشمن کل کا دوست ہو سکتا ہے اور کل کا دوست آج دشمن بھی بن سکتا ہے۔ اس جذبہ نے رفاقت و تعاون کے نئے راستے وا کیے، جن کی کوکھ سے ایم۔ آر۔ ڈی نے جنم لیا۔ ایم۔ آر۔ ڈی سے متعلق کہا جاتا ہے کہ اس کے قیام کی اصل فکر مرحوم مفتی محمود کی تھی۔ جمعیۃ علماءِ اسلام کی قیادت اس کو تسلیم نہیں کرتی۔ اس کا کہنا یہ ہے کہ مفتی محمودؒ جس قسم کا محاذ برائے بحالیٔ جمہوریت چاہتے تھے اس کی ہیئت کذائی یہ نہ ہوتی جواب ہے، بلکہ اور نوعیت کی ہوتی۔ اور جو بھی ہوتی اس کا معاملہ جماعت کی کونسل اعلیٰ میں آتا، منظوری ہوتی تو بات بنتی۔ بہر حال اس وقت ملک کا جو نقشہ ہے وہ المناک ہے، تشویشناک ہے اور اندوہناک۔

فوجی حکمرانوں کو چھ برس ہونے کو ہیں۔ یہ صحیح ہے کہ تیسری اسلامی سربراہی کانفرنس میں انہیں بڑی لفٹ ملی۔ اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی میں تلاوت و خطبہ مسنونہ پڑھا اور دہلی کی غیر جانبدارانہ کانفرنس بھی ہوئی لیکن اسلام کا جو حشر ہُوا اس کے لئے کوئی تعبیر مشکل ہے۔ قوم وحدتِ فکر اور وحدتِ قانون سے محروم ہے۔ تین قسم کا عدالتی نظام، دو قسم کا معاشی نظام ہماری نامرادی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ حدود آرڈیننس نافذ ہوا لیکن وہ اضحوکہ روزگار بن کر رہ گیا۔ زکوٰۃ و عشر کے نتیجہ میں شاید کوئی فائدہ ہوا ہو، لیکن عقیدہ و ایمان کی بربادی کی شکل میں جو نقصان ہوا اس کا حساب جب روزِ محشر دینا پڑے گا، تو اکڑی ہوئی گردنیں اور موٹی موٹی آنکھیں رسوائی کا شکار ہو کر رہ جائیں گی۔ آج ہر شخص زکوٰۃ و عشر سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لئے شیعہ بننے پر آمادہ ہے اور لاتعداد مثالیں موجود ہیں کہ لوگوں نے متاعِ ایمان داؤ پر لگا دی۔ پھر زکوٰۃ سے بھک منگوں کا طبقہ منظم ہوا۔ اسلام یہ تو نہیں کہتا کہ دس بیس روپے ماہانہ بانٹ کر لوگوں کی عزتِ نفس سے کھیلا جائے۔ بے ننگ و نام زکوٰۃ چیئرمین اور ممبران کے مذموم مقاصد، گروہ بندی اور فرقہ واریت نے کتنے مذموم برگ و بار پیدا کیے؟ اسلام دیانتدارانہ عمل چاہتا ہے اور کاروبار کی صلاحیت رکھنے والے بے وسائل لوگوں کو فنڈ فراہم کرنے کی تلقین کرتا ہے اور معذور و محتاج افراد کے لئے باعزت کفالت پر زور دیتا ہے، لیکن زکوٰۃ و عشر کے نام پر حکمرانوں اور بیوروکریٹس نے جو دھندا شروع کیا ہے ہمارے خیال میں اس سے بڑا ظلم اسلام پر ممکن نہیں اور ظلم کا انجام معلوم!

قانون کی بالادستی کا جو عالم ہے اس کا اندازہ آئے دن کے مجرمانہ واقعات سے ہو سکتا ہے۔ قتل، اغواء، ڈکیتی، آبرو ریزی، بینکوں کا لوٹنا، ایک مصیبت ہو تو آدمی بیان کرے۔

سیاست دان انتخاب کی بات کرتے ہیں، لیکن ان کا جو حال ہے، اس کا ذکر نہ کرنا ہی انسب ہے۔ حقیقی معنوں میں نااہل قیادت چاروں طرف ناٹک رچا رہی ہے۔ جو لوگ گھر کی چار دیواری کا نظام قائم نہیں رکھ سکتے، جن کے صبح و شام رس و جوا میں گزرتے ہیں، جن کا دامن بادۂ عصیاں سے تربتر ہے، وہ مختلف ادوار میں قوم کی قیادت کے ذمّہ دار ہیں۔ جب جی میں آتا ہے حکمرانوں سے اندرونی گٹھ جوڑ کر کے اپنے مفادات پورے کر لیتے ہیں۔ جب جی میں آتا ہے، اخباری صفحات میں [illegible] کر لیتے ہیں۔ [illegible]

کل پاکستان نظام شریعت کنونشن کا تفصیلی پروگرام اور ضروری ہدایات

بیرون لاہور سے آنے والے حضرات بطور خاص ملاحظہ فرمائیں

گذشتہ روز مجلس استقبالیہ کے اجلاس میں حضرت مولانا محمد اجمل خاں صاحب کی صدارت کل پاکستان نظام شریعت کنونشن کی جو تفصیلات طے پائیں ان کے مطابق

۱۔ افتتاحی نشست ۸ راپریل جمعہ کو ۱۱ بجے تا ۵ بجے دن ہوگی جس سے حضرت الامیر مولانا محمد عبداللہ درخواستی مدظلہٗ اور دیگر زعماء خطاب کریں گے۔

۲۔ ۸ راپریل کو بعد نماز عشاء ۹ بجے مرکزی مجلس شوریٰ کا اجلاس ہوگا اور ۹ راپریل ہفتہ کو ۱۱ بجے دن مرکزی مجلس عمومی کا اجلاس ہوگا جن میں جماعتی پالیسی اور قومی امور کے بارے میں اہم فیصلے کیے جائیں گے دونوں مجالس کے ارکان بروقت اجلاسوں میں شریک ہوں۔

۳۔ صوبہ پنجاب کی مجلس عمومی کا اجلاس ہفتہ کو صبح ۸ بجے ہوگا جس میں صوبائی عہدہ داروں کا انتخاب عمل میں لایا جائے گا۔ اضلاع کے عہدہ دار اپنے صوبائی نمائندوں کو لے کر بروقت اجلاس میں شریک ہوں۔

۴۔ آخری اور کھلی نشست ہفتہ کو بعد نماز عشاء باغ بیرون موچی دروازہ میں ہوگی جس کی اجازت کے لیے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ لاہور کو درخواست دی جا چکی ہے۔ اجازت نہ ملنے کی صورت میں متبادل جگہ کا فیصلہ اسی روز کیا جائے گا۔

۵۔ باہر سے آنے والے حضرات کو ۹ راپریل ہفتہ کو مجلس استقبالیہ کی طرف سے دوپہر اور شام کا کھانا پیش کیا جائے گا اور فی کس دس روپے ٹکٹ وصول کیا جائے گا۔

۶۔ باہر سے آنے والے حضرات اپنا پروگرام اس طرح ترتیب دیں کہ ہفتہ کو صبح ۸ بجے تک لاہور پہنچیں اور رات کی نشست میں شرکت کے بعد واپسی کریں جگہ کی قلت کے باعث راتوں کے قیام کا انتظام زیادہ حضرات کے لیے ممکن نہیں۔

۷۔ کنونشن کے اخراجات کے لیے تمام اضلاع زیادہ سے زیادہ مالی تعاون مجلس استقبالیہ کو فراہم کریں پنجاب کے اضلاع کم سے کم ایک ہزار روپے اور باقی صوبوں کے اضلاع کم سے کم پانچ صد روپے فی ضلع ضرور مہیا کریں رقم مولانا حمیدالرحمٰن عباسی شیرانوالہ گیٹ لاہور کے نام ارسال فرمائیں یا ہمراہ لے آئیں۔

۸۔ کنونشن کے پروگرام، مقاصد اور اہمیت کے بارے میں علاقائی اخبارات میں خبروں اور بیانات کی زیادہ سے زیادہ تشہیر کریں اور زیادہ سے زیادہ جماعتی احباب کو کنونشن میں شرکت کے لیے تیار کریں۔

۹۔ وقت کی قلت اور وسائل کے فقدان کے باعث مجلس استقبالیہ آپ کی مہمان نوازی اور خیر مقدم کا خاطر خواہ انتظام نہیں کر سکے گی اس لیے جماعتی مشن اور دینی مقاصد کے پیش نظر چشم پوشی سے کام لیتے ہوئے مجلس استقبالیہ سے بھرپور تعاون فرمائیں۔

۱۰۔ کنونشن کے موقع پر انصار الاسلام کا کیمپ بھی لگایا جائے گا اور اسے منظم کرنے کے کام کا باقاعدہ آغاز کیا جائے گا۔ اس لیے نوجوان دوستوں کو توجہ دلائیں اور ہر ضلع کم از کم ۵ نوجوانوں کو ضرور کنونشن میں بھیجے۔

۱۱۔ اپنی آمد کے پروگرام اور مندوبین کی تعداد سے مجلس استقبالیہ کو فوری طور پر مطلع کریں تاکہ انتظامات صحیح طور پر کیے جا سکیں۔ اور بعد میں پریشانی نہ ہو۔

منجانب (مولانا) محمد اجمل خاں صدر مجلس (استقبالیہ)